BUDC-133

اردو زبان کا آغاز وارتقا

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY

اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی
اسکول آف ہیومینیٹیز

بلاک 1

اردو زبان کا آغاز وارتقا 7

بلاک 2

اردو زبان کا آغاز وارتقا 91

EXPERT COMMITTEE

Professor Satyakam
Director, School of Humanities
IGNOU, New Delhi.

Professor Mohd. Shahid Husain
603/7, Shahjahanabad Apartments
Plot No. 1, Sector -11, Dwarka, New Delhi

Professor Mohd. Saghir Beg Afraheim
Gul-e-Afraheim, Street No.4A, Near Sunny
P.C.O, Bypass Road, Dhorrah, Aligarh, U.P.

Professor Wahajuddin Alvi
Department of Urdu, Jamia Millia Islamia
New Delhi.

Professor Shabnam Hameed
Department of Urdu, University of Allahabad,
Prayagraj, U.P.

Professor Diwan Hannan Khan
DEL, NCERT
New Delhi.

COURSE COORDINATOR

Prof. Malati Mathur
Director, School of Humanities
IGNOU, New Delhi.

Dr Qudsia Nasir
Academic Consultant, Urdu,
School of Humanities,IGNOU, New Delhi.

Editor: Prof. Diwan Hannan Khan, DEL, NCERT, New Delhi

COURSE PREPARATION

Prof. Ghazanfar Ali 1
Bushra, Lane A, Hamzah Colony, New Sir Syed Nagar, Aligarh

Prof. Mohd. Nauman Khan 2
F-3, Goyal Hari Apartment, PNB Colony, Idgah Hills, Bhopal

Dr. Abdul Hafiz 3
Academic Consultant, School of Humanities, IGNOU, New Delhi

Dr. Quazi Naweed Ahmed Siddiqui 4
Maulana Azad College of Arts, Science & Commerce, Dr. Rafiq Zakaria
Campus, Rauza Bagh, Aurangabad, Maharashtra

Dr. Mohammad Umar Raza 5
Department of Urdu, Aligarh Muslim University, Aligarh

Dr. Mohammad Kazim 6
Department of Urdu, University of Delhi, Delhi

Dr. Saleem Mohiuddin 7
Department of Urdu, Shri Shivaji College, Parbhani, Maharashtra

Professor Mohd. Shahid Husain 8
Shahjahanabad Apartments, Sector-II, Dwarka, New Delhi

Dr. Shahina Tabassum 9
Department of Urdu, Zakir Hussain Delhi College (Evening), DU

Dr. Qudsia Nasir 10
Academic Consultant, School of Humanities, IGNOU, New Delhi

Dr. Shazia Omair 11
Department of Urdu, University of Delhi, Delhi

PRODUCTION

Mr. Tilak Raj
Assistant Registrar (Pub.)
MPDD, IGNOU, New Delhi

Mr. Yashpal
Section Officer (Pub)
MPDD, IGNOU, New Delhi

July 2020

© Indira Gandhi National Open University, 2020

ISBN:

All rights reserved. No part of this work may be reproduced in any form, by mimeograph or any other means, without permission in writing from the copyright holder.

Further information on the Indira Gandh National Open University courses may be obtained from the university's office at Maidan Garhi, New Delhi-110068 or the official website of IGNOU at www.ignou.ac.in

Printed and published by MPDD on behalf of the Indira Gandhi National Open University.

CRC Prepared by Tessa Media & Computers

Printed at:………………….

کورس کا تعارف

فاصلاتی نظامِ تعلیم کے طالب علموں کے لیے کورس تیار کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اسے پڑھتے وقت طلبہ کو یہ احساس ہو کہ وہ کلاس روم میں موجود ہے۔ اسی لیے ہر اکائی کے اغراض و مقاصد بتائے گئے ہیں تا کہ مطالعہ کرتے وقت انھیں اس کا اندازہ ہو سکے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ اس کے بعد طلبہ کو پورے سبق کا مطالعہ کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے میں معاون ایک مختصر اور مربوط تعارف پیش کیا گیا ہے۔ سلیس اور آسان زبان میں لکھی گئی اکائی کے اصل مواد کو پڑھ لینے کے بعد 'آپ نے کیا سیکھا' کے تحت کچھ نمایاں اور خاص نکات کی نشاندہی کی گئی ہے تا کہ طلبہ کو پوری اکائی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اس کے بعد 'اپنا امتحان خود لیجیے' کے تحت کچھ مختصر سوالات قائم کیے گئے ہیں تا کہ طلبہ نے جو بھی مطالعہ کیا ہے اسے کتنا سمجھا اور کس قدر ذہن نشین کیا، اس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ طلبہ کے ذہن میں آنے والے جوابات کی تصدیق کے لیے سوالوں کے جوابات بھی دیے گئے ہیں تا کہ ان سے مماثل آئندہ طویل سوالوں کے پر اعتماد جواب دینے میں انھیں آسانی ہو۔ طلبہ کی آسانی کے لیے ہر اکائی میں مشکل الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔ تمام اکائیوں کے آخر میں معاون کتابوں کی فہرست مع ضروری حوالوں کے دینے کا مقصد طلباء کی تشنگی کی آبیاری ہے تا کہ وہ ان سے رجوع کر کے اپنی معلومات میں مزید اضافہ کر سکیں۔

اس کورس کا نام 'اردو زبان کا آغاز و ارتقا' ہے۔ اس کورس کا مقصد طلبہ کو اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے متعلق معلومات فراہم کرانا ہے تا کہ وہ اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے متعلق پوری جانکاری حاصل کر سکے۔

اس کورس کا مطالعہ کرنے والے ایسے طلبہ بھی ہوں گے جن کی مادری زبان اردو ہے۔ وہ بچپن سے اسے بولتے، سنتے اور پڑھتے آئے ہوں گے۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے لیکن اردو کو دوسری زبان کے طور پر پڑھا اور اپنایا ہے۔ اس کورس کو تیار کرتے ہوئے ان سبھی کا خیال رکھا گیا ہے۔ 2 بلاک اور 11 اکائیوں پر مشتمل یہ کورس اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے ساتھ اردو زبان کی مقبولیت کے اسباب کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ یہ کورس 6 Credits کا ہے اس کے لیے آپ کو 180 گھنٹوں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

ہم نے اس کورس کو 2 بلاک میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے بلاک میں کُل 6 اکائیاں ہیں۔

اکائی 1: 'جدید ہند آریائی زبانیں اور اردو کے ابتدائی نقوش' میں جدید ہند آریائی زبانوں کے حوالے سے اردو کی ارتقائی مراحل کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اکائی 2: 'اردو کی ابتدا اور ارتقا کے سماجی محرکات' میں اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا میں جو سماجی محرکات معاون ہوئے ان کی تفصیلی جانکاری پیش کی گئی ہے۔

اکائی 3: تیسری اکائی 'اردو کے ماخذ سے متعلق مختلف نظریات' میں اردو کے ماخذ سے متعلق اردو کے اہم نقادوں اور ماہرین لسانیات کے نظریات پیش کیے گئے ہیں۔

اکائی 4: 'اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ' ہے۔اس اکائی میں اردو کو پھیلانے میں صوفیائے کرام نے جو کردار نبھایا ہے اس کا تفصیلی ذکر ہے۔

اکائی 5: 'اردو اور کھڑی بولی کا رشتہ'۔اس اکائی میں اردو اور کھڑی بولی کے رشتے کی وضاحت کی گئی ہے۔

اکائی 6: 'اردو ہندی اور ہندوستانی'۔اس اکائی میں اردو ہندی اور ہندوستانی کی تفریق و مماثلت کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے بلاک میں 5 اکائیاں ہیں۔

اکائی 7: 'اردو زبان کے اولین نقوش اور دکنی اردو'۔اس اکائی میں اردو زبان کے اولین نقوش اور دکنی اردو کا بیان ہے۔

اکائی 8: 'شمالی ہند میں اردو نثر اور شاعری کا ارتقا'۔اس اکائی میں ہم شمالی ہند میں اردو نثر اور شاعری کے ارتقا کی تفصیلی جانکاری حاصل کریں گے۔

اکائی 9: 'دہلی میں اصلاحِ زبان کی کوشش (ایہام گوئی اور ترکِ ایہام گوئی کی تحریک - مرزا مظہر اور شاہ حاتم کی خدمات، دیوان زادہ کے دیباچے کی تاریخی و لسانی اہمیت)'۔اس اکائی میں اصلاحِ زبان کی تحریک کے مقاصد، ایہام گوئی، ترکِ ایہام گوئی کے رجحان و اسباب کی جانکاری حاصل کرنے کے ساتھ ہی مرزا مظہر اور شاہ حاتم کی خدمات کی تفصیلی جانکاری دی گئی ہے۔

اکائی 10: 'لکھنؤ میں اصلاحِ زبان کا عمل ناسخ اور ان کے شاگردوں کی کاوشیں'۔اس اکائی میں لکھنؤ میں ناسخ اور ان کے شاگردوں کی اصلاح زبان کی کوششوں کے ساتھ ہی اردو زبان کی بدلتی شکل کی بھی تفصیلی جانکاری حاصل کریں گے۔

اکائی 11: 'اردو زبان کی مقبولیت کے اسباب اور موجودہ صورتِ حال'۔اس اکائی میں ہم اردو زبان کی مقبولیت کے وجوہات اور آج کے دور میں اس کی صورتِ حال کے بارے میں مطالعہ کریں گے۔

BUDC-133

اردو زبان کا آغاز وارتقا

ignou
THE PEOPLE'S UNIVERSITY

اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی
اسکول آف ہیومینیٹیز

بلاک
1

اردو زبان کا آغاز وارتقا

بلاک 1 کا تعارف

اکائی 1
جدید ہند آریائی زبانیں اور اردو کے ابتدائی نقوش 7

اکائی 2
اردو کی ابتدا اور ارتقا کے سماجی محرکات 19

اکائی 3
اردو کے ماخذ سے متعلق مختلف نظریات 33

اکائی 4
اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ 49

اکائی 5
اردو اور کھڑی بولی کا رشتہ 63

اکائی 6
اردو ہندی اور ہندوستانی 75

بلاک 1 تعارف

''اردو زبان کا آغاز و ارتقا'' اس کورس کے پہلے بلاک میں کُل 6 اکائیاں ہیں۔

اکائی 1: 'جدید ہند آریائی زبانیں اور اردو کے ابتدائی نقوش' میں جدید ہند آریائی زبانوں کے حوالے سے اردو کی ارتقائی مراحل کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اکائی 2: 'اردو کی ابتدا اور ارتقا کے سماجی محرکات' میں اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا میں جو سماجی محرکات معاون ہوئے ان کی تفصیلی جانکاری پیش کی گئی ہے۔

اکائی 3: تیسری اکائی 'اردو کے ماخذ سے متعلق مختلف نظریات' میں اردو کے ماخذ سے متعلق اردو کے اہم نقادوں اور ماہرین لسانیات کے نظریات پیش کیے گئے ہیں۔

اکائی 4: 'اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ' ہے۔ اس اکائی میں اردو کو پھیلانے میں صوفیائے کرام نے جو کردار نبھایا ہے اس کا تفصیلی ذکر ہے۔

اکائی 5: 'اردو اور کھڑی بولی کا رشتہ'۔ اس اکائی میں اردو اور کھڑی بولی کے رشتے کی وضاحت کی گئی ہے۔

اکائی 6: 'اردو ہندی اور ہندوستانی'۔ اس اکائی میں اردو ہندی اور ہندوستانی کی تفریق و مماثلت کو بیان کیا گیا ہے۔

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

اکائی 1 جدید ہند آریائی زبانیں اور اُردو کے ابتدائی نقوش

ساخت :

1.1 اغراض ومقاصد

1.2 تمہید

1.3 جدید ہند آریائی زبانوں کا پس منظر

1.4 جدید ہند آریائی زبانیں

1.5 مغربی ہندی کی بولیاں

1.6 جدید ہند آریائی زبانوں سے اردو کا رشتہ

1.7 آپ نے کیا سیکھا

1.8 اپنا امتحان خود لیجیے

1.9 سوالات کے جوابات

1.10 فرہنگ

1.11 کتب برائے مطالعہ

1.1 اغراض ومقاصد

- طلبہ کو اردو زبان کے پس منظر سے واقف کرانا
- اس کے عہد بہ عہد ارتقا کو دکھانا
- اردو کی ہندوستانی حیثیت کو تاریخ کی روشنی میں اُجاگر کرنا
- اردو زبان کے متعلق پھیلی غلط فہمیوں کو دور کرنا کہ اردو باہری زبان ہے
- اردو زبان کے ارتقائی مراحل کو سمجھانا کہ اردو ایک ہندوستانی زبان ہے جو یہیں پیدا ہوئی، یہیں پلی
- بڑھی اور پروان چڑھی اور مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی اپنی موجودہ شکل وصورت تک پہنچی

1.2 تمہید

ہندوستان ایک کثیر اللسان ملک ہے۔ یہاں تین بڑے خاندانوں کی زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔ وہ تین بڑے لسانی خاندان ہیں: ہند آریائی، دراوڑی اور ہند چینی۔ اردو کا تعلق ہند آریائی خاندان سے ہے، یعنی اردو ایک ہند آریائی زبان ہے۔ یہ ہند آریائی زبان اس لیے ہے کہ

ہندوستان کی دوسری زبانوں مثلاً، آسامی، پنجابی، مراٹھی، گجراتی، ہندی وغیرہ کی طرح یہ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہے جو 1500 BC آریا قوم کے لوگوں کے آنے کے بعد ہندوستان میں پیدا ہوئی۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ سنسکرت زبان میں بھی تبدیلی ہوئی۔ سنسکرت سے پراکرت پیدا ہوئی۔ پراکرت میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی تو اپ بھرنش وجود میں آئی۔ اپ بھرنشوں سے مغربی بولیاں پیدا ہوئیں اور ان مغربی بولیوں سے جدید زبانیں معرض وجود میں آئیں جن میں سے اردو بھی ایک ہے۔

1.3 جدید ہند آریائی زبانوں کا پس منظر

زبانیں صدیوں میں بنتی ہیں اور ارتقا کے مختلف مراحل اور ادوار سے گزرتی ہیں۔ اپنی لسانی خصوصیات کی بدولت دنیا کی زبانیں اور بولیاں مختلف خاندانوں میں بنٹی ہوئی ہیں۔ زبانوں کا سب سے بڑا خاندان ہند یوروپی خاندان ہے۔ اسی ہند یوروپی خاندان کی ایک مشرقی شاخ ہند آریائی کہلاتی ہے۔ ہند آریائی زبانوں کے ارتقا کی ایک طویل تاریخ ہے۔

شمالی ہندوستان میں ہند آریائی زبانوں کے آغاز کا سلسلہ آریوں کے داخلۂ ہند سے ہوتا ہے۔ آریوں کی آمد کے سبب سب سے پہلے یہاں جس زبان کی نشو ونما ہوئی اسے ویدک سنسکرت کہتے ہیں۔ ویدک سنسکرت کے قدیم ترین نمونے رگ وید میں ملتے ہیں۔ یہی زبان جب ادب اور قواعد کے اصول وضوابط میں بندھی تو کلاسیکی سنسکرت کہلائی۔ قواعدی اصولوں میں یہ زبان اس طرح جکڑی کہ لگ بھگ 400 قبل مسیح (BC) تک پہنچتے پہنچتے اس نے دم توڑ دیا۔ اس کی جگہ عوام نے ایک ایسی فطری زبان اختیار کر لی جو تلفظ اور قواعد دونوں کے اعتبار سے آسان اور سادہ تھی۔ یہ زبان پراکرت کہلائی۔ کچھ دنوں بعد پراکرتیں بھی قواعدی اصولوں کے شکنجے میں گئیں تو عوامی زبان کے دھارے کا رُخ ایک بار پھر بدل گیا اور عوام ایک مرتبہ پھر سادہ، سہل اور فطری زبان اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے جو پراکرت کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔ یہی بگڑی ہوئی شکل اپ بھرنش کہلائی۔ اپ بھرنشوں کی نشو ونما 600ء سے 1000 عیسوی تک ہوتی رہی۔ 1000 عیسوی کے بعد اس کے ارتقا کی رفتار تیز ہوئی اور مختلف اپ بھرنشوں سے مختلف جدید ہند آریائی زبانوں کے ابھار کا دور شروع ہوا۔

1.4 جدید ہند آریائی زبانیں

جدید ہند آریائی زبانوں کا سلسلہ اپ بھرنشوں سے ملتا ہے۔ اپ بھرنشیں پراکرت کی بگڑی ہوئی یا بدلی ہوئی شکل تھیں۔ یعنی 400 صدی عیسوی میں اپ بھرنشیں پراکرتوں کی کوکھ سے پیدا ہوئیں۔ پراکرتوں نے جب ادبی روپ اختیار کر لیے اور اس روپ میں قواعد کے اصول وضوابط شامل ہو گئے تو عوامی زبان کا دھارا بدل گیا اور عوام ایک بار پھر سے سادہ و آسان اور فطری زبان اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ زبان اپ بھرنش کہلائی۔ مختلف اپ بھرنشوں سے مختلف جدید ہند آریائی زبانوں کے ابھار کا

دورشروع ہوا۔تاریخ کی کتابوں میں جن اپ بھرنشوں کا ذکر ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

1- شورسینی اپ بھرنش 2- ماگدھی اپ بھرنش 3- اردھ ماگدھی اپ بھرنش

4- مہاراشٹری اپ بھرنش 5- پراچڑاپ بھرنش

انھیں اپ بھرنشوں سے جدید ہند آریائی زبانیں نکلی ہیں جن کی تفصیلات یہ ہیں:

1- شورسینی اپ بھرنش سے چار جدید ہند آریائی زبانیں: کھڑی بولی، راجستھانی پنجابی (مشرقی)اور گجراتی

2- ماگدھی اپ بھرنش سے تین زبانیں: بنگالی،اڑیا،آسامی

3- اردھ ماگدھی اپ بھرنش سے ساری پوربی بولیاں جیسےاودھی، بھوجپوری وغیرہ

4- مہاراشٹری اپ بھرنش سے صرف ایک زبان: مراٹھی

5- کیکئ اور پراچڑاپ بھرنش سے دوزبانیں مغربی پنجابی اورسندھی

مشہور ماہرلسانیات گریرسن نے جدید ہند آریائی زبانوں کی تقسیم اس طرح کی ہے:

1- بیرونی زبانیں

الف: شمال مغربی شاخ : (مغربی پنجابی) سندھی

ب: جنوبی شاخ : مرہٹی

ج: مشرقی شاخ : آسامی، بنگالی،اڑیا، بہاری

2- وسطی زبانیں : پوربی ہندی (اودھی، بھوجپوری)

3- اندرونی زبانیں : مغربی ہندی، پنجابی (مشرقی) گجراتی ،راجستھانی، بھیلی اورخ

4- پہاڑی زبانیں : نیپالی، درمیانی اورجنوبی پہاڑی

یہ تقسیم زبان کی ساخت مثلاً اسماوافعال کی شکلوں اورتلفظ کے فرق کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

گریرسن کی طرح سنیتی کمار چٹرجی نے بھی زبان کی گروہ بندی کی ہے،ان کی گروہ بندی کی تفصیلات اس طرح ہے:

الف: مدھیہ پردیش کی خاص زبان: مغربی ہندی

ب: درمیانی زبانیں: پنجابی،راجستھانی، گجراتی اور پہاڑی بولیاں

(یہ مدھیہ پردیش سے رشتہ رکھتی ہیں) پوربی ہندی کا رشتہ بیرونی گروہ کی زبانوں سے ہے۔

ج: شمالی مغربی ہندوستان کی زبانیں: مغربی پنجابی (لہندا) سندھی

د: مشرقی ہندوستان کی زبانیں: بہاری، اڑیا، پنجابی اور آسامی

ر: جنوبی ہندوستان کی آریائی زبانیں: مراٹھی

1.5 مغربی ہندی کی بولیاں

وہ بولیاں جو مدھیہ دیس یعنی مغرب اور سرہند سے لے کر مشرق میں الہ آباد تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں وندھیاچل اور بندیل کھنڈ تک کے علاقے میں پیدا ہوئیں اور پروان چڑھیں مغربی ہندی کی بولیاں کہلاتی ہیں۔ مغربی ہندی کو اندرونی زبان کی شاخ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شاخ اس لیے بھی اہم ہے کہ اسی شاخ سے اردو زبان پھوٹی ہے۔

مغربی ہندی اور اس کی بولیاں اپنی صوتی وصرفی اور نحوی ساخت سے پہچانی جاتی ہیں۔ اس کے اندر پانچ بولیاں آتی ہیں جن کو ان کی ساخت کے پیش نظر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

الف: آ (आ) پر ختم ہونے والی بولیاں، یعنی وہ بولیاں جن کے “Aa” ending vowel ہوتے ہیں۔ جیسے ہریانی اور کھڑی

ب: او (ओ) پر ختم ہونے والی بولیاں یعنی جن کے "O" ending vowel ہوتے ہیں جیسے برج بھاشا، بندیل کھنڈ اور قنوجی ہریانوی: ہریانوی دہلی کے ساتھ شمال مغرب اضلاع کرنال، روہتک، حصار وغیرہ میں بولی جاتی ہے۔ دہلی کے سیاسی انقلابات کے سبب اس میں کافی لسانی الٹ پلٹ ہوتی رہی ہے۔

برج بھاشا: برج بھاشا بھرت پور، دھول پور، گوالیار اور جے پور کی ریاستوں کے مشرقی ضلعوں تک بولی جاتی ہے۔ شمال میں گروگرام ضلع کے مشرقی علاقے میں بھی اس کے اثرات ہیں۔

1.6 کھڑی بولی اور اردو

اردو کی بنیاد بلاشبہ کھڑی بولی پر قائم ہے۔ کھڑی بولی علاقائی اعتبار سے مغربی یوپی کی بولی ہے۔ مغربی یوپی کا علاقہ بہ جانبِ شمال مغرب دہلی سے متصل ہے۔ اردو بشمولِ دہلی انھیں علاقوں میں بارھویں صدی کے اواخر میں معرضِ وجود میں آئی۔ تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ ہے جب دہلی پر 1193ء میں مسلمانوں کا سیاسی تسلط قائم ہوتا ہے اور ترکوں، ایرانیوں اور افغانوں پر مشتمل مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ترکِ وطن کر کے دہلی میں سکونت اختیار کی۔ اس دور میں دہلی میں سکونت اختیار کرنے والوں میں پنجابی مسلمانوں کی بھی ایک کثیر تعداد تھی کیوں کہ یہ لوگ پنجاب سے ہی نقلِ مکانی کر کے دہلی پہنچے تھے۔ شمالی ہندوستان میں اس نئے سیاسی نظام کے قیام کے دور رس نتائج مرتب ہوئے اور یہاں کا نہ صرف سیاسی منظرنامہ تبدیل ہوا بلکہ اس کے اثرات یہاں کی سماجی اور تہذیبی وثقافتی زندگی پر بھی پڑے۔ یہ تبدیلیاں لسانی صورتِ حال پر بھی اثر انداز ہوئیں۔

چنانچہ بعض وجوہات کی بنا پر کھڑی بولی کو جو دہلی کے شمال مشرقی خطے میں یعنی مغربی یو پی میں رائج تھی تقویت حاصل ہوئی اور اس کا چلن نہ صرف دہلی کے گلی کوچوں، بازاروں، میلوں ٹھیلوں نیز عوامی سطح پر ہوا بلکہ دھیرے دھیرے یہ ملک کے دوسرے حصوں میں بھی رائج ہو گئی۔ نو وارد مسلمانوں اور مقامی باشندوں (جن کی یہ بولی تھی) کے باہمی میل جول کی وجہ سے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ داخل ہونا شروع ہوئے جس سے اس میں ''نکھار'' پیدا ہو گیا۔ کھڑی بولی کے نکھار کا یہ زمانہ اردو کا ابتدائی زمانہ ہے۔ کھڑی بولی کے اس نئے اور نکھرے ہوئے روپ یا اسلوب کو ابتدا میں ''ہندی''، ''ہندوی'' اور ''ریختہ'' کہا گیا اور اسی کو بعد میں "زبانِ اردوئے معلیٰ"، "زبانِ اردو" اور بالآخر "اردو" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس لسانی عمل میں میواتی بولی نے تقویت پہنچائی جو کھڑی بولی کی طرح الف پر ختم ہونے والی بولی ہے۔ اگرچہ لسانی اعتبار سے دہلی ہریانوی بولی کے حدود میں واقع ہے لیکن میواتی بنیادی طور پر دہلی کے شمال مغربی علاقے کی بولی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسعود حسین خاں قدیم اردو کی تشکیل میں کھڑی بولی کے ساتھ ہریانوی یعنی میواتی کا بھی ہاتھ بتاتے ہیں۔ ہریانوی کے یہ اثرات بعد میں زائل ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک لسانیاتی حقیقت ہے کہ ہر زبان شروع میں محض ایک "بولی" (Dialect) ہوتی ہے جس کے اثر و رسوخ کا دائرہ ایک چھوٹے سے علاقے یا خطے تک محدود ہوتا ہے۔ جب یہی بولی بعض ناگزیر اسباب اور تقاضوں کے زیرِ اثر جن میں سیاسی، سماجی اور تہذیبی و ثقافتی تقاضے شامل ہیں، اہم اور مقتدر بن جاتی ہے اور اس کا چلن عام ہو جاتا ہے۔ دھیرے دھیرے یہ علاقائی حد بندیوں کو توڑ کر دور دراز کے علاقوں میں اپنا سکہ جمانے لگتی ہے تو "زبان" کہلاتی ہے۔ پھر اس کا استعمال ادبی اور بعض دیگر مقاصد کے لیے ہونے لگتا ہے اور اس کی معیار بندی (Standardization) کا عمل جس سے یہ ترقی یافتہ زبان کے مرتبے تک پہنچ جاتی ہے، شروع ہو جاتا ہے۔ اردو جو ایک ترقی یافتہ اور معیاری زبان ہے، اس کی بنیاد میں یہی کھڑی بولی ہے اور یہی اس کی اصل و اساس ہے۔ ہند آریائی زبانوں کی تاریخ کی روشنی میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اردو کھڑی بولی کی ہی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے بعد میں اس پر نواحِ دہلی کی دوسری بولیوں کے اثرات مرتب ہوئے۔ یہ ایک تاریخی اور لسانی حقیقت ہے کہ کھڑی بولی کے اس نئے اور نکھرے ہوئے روپ کو سب سے پہلے نو وارد مسلمانوں اور ان کے بعد کی نسلوں نے اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اسے نکھارا، سنوارا سجایا جس سے یہ زبان اس لائق بن گئی کہ اسے ادبی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکے چنانچہ اس زبان کا ادبی استعمال بھی سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی کیا۔

کھڑی بولی کا اردو کے ساتھ ماں اور بیٹی کا رشتہ ہے اور کھڑی بولی شورسینی اپ بھرنش سے پیدا ہوئی ہے لہٰذا اس رشتے کی وجہ سے اردو ایک ہند آریائی زبان قرار پاتی ہے۔ کھڑی بولی کا براہِ راست تعلق شورسینی اب بھرنش یا مغربی اپ بھرنش سے ہے جو وسطی ہند آریائی دور (500 قبلِ مسیح تا 1000 عیسوی) کی آخری یادگار ہے۔ شورسینی اپ بھرنش (مغربی اپ بھرنش) بشمولِ دہلی اور

پنجاب شمالی ہندوستان کے ایک وسیع علاقے میں رائج تھی۔1000 عیسوی تک پہنچتے پہنچتے اس نے دم توڑ دیا اور اس کے بطن سے متعدد بولیاں معرضِ وجود میں آئیں جو انھیں علاقوں میں رائج ہوئیں جہاں شورسینی اپ بھرنش بولی جاتی تھی۔ کھڑی بولی کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اسماء، ضمائر، صفات اور افعال بالعموم طویل مصوتے a(आ) یعنی (ا) پر ختم ہوتے ہیں، مثلاً لڑکا، بیٹا (اسم)، میرا (ضمیر)، بڑا (صفت)، آیا، گیا (فعل)۔

چوں کہ لسانیاتی اعتبار سے اردو نے کھڑی بولی کا ڈھانچا اختیار کیا ہے لہٰذا اس خصوصیت کی بنا پر اس کھڑی بولی کے جملے اردو کے جملے بھی کہے جائیں گے۔ اس کے برعکس شورسینی اپ بھرنش کی ایک دوسری بولی برج بھاشا میں جس کا ارتقا دہلی کے جنوب مشرقی علاقے (متھرا، آگرہ وغیرہ) میں ہوا، اسما، ضمائر، صفات اور افعال بالعموم ایک دوسرے مصوتے o-(ओ) یعنی "و" پر ختم ہوتے ہیں، مثلاً لڑکو، بیٹو میرو، بڑو، آیو، گیو، وغیرہ۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اردو نے اپنے ارتقا کے کسی بھی مرحلے میں برج بھاشا کی ان شکلوں کو اختیار نہیں کیا۔ اردو کی شناخت روزِ اول سے ہی اس کا کھڑی بولی پر مبنی ہونا ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اردو پر دیگر بولیوں کے اثرات پڑتے رہے ہیں۔

ہندآریائی لسانیات کے ممتاز عالم سنیتی کمار چٹر جی اپنی تصنیف Indo-Aryan and Hindi (ہندآریائی اور ہندی) میں کھڑی بولی کے اس نئے اور نکھرے ہوئے روپ کو جس کا ارتقا دہلی میں 1193ء میں مسلم حکومت کے قیام کے بعد عمل میں آیا Modified Western Apbhramsha (ترقی یافتہ مغربی اپ بھرنش) کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اس دور میں شمالی ہند کے میدانی علاقوں کے عوام کی مشترکہ زبان کی حیثیت سے موجود تھی:

ترکوں اور ایرانیوں کے سکونت پذیر ہونے اور دہلی میں پہلی بار مسلم حکمرانی کے قیام کے بعد صرف ترقی یافتہ مغربی اپ بھرنش ہی شمالی ہندوستان کے میدانی علاقوں کے عوام کی مشترکہ زبان کی حیثیت سے موجود تھی۔

چٹر جی "ترقی یافتہ اپ بھرنش" سے کھڑی بولی کے نکھرے ہوئے روپ کے علاوہ کوئی اور بولی یا زبان مراد نہیں لیتے، مثلاً شورسینی اپ بھرنش (مغربی اپ بھرنش) کی ایک دوسری بولی برج بھاشا کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اسے سولھویں صدی میں اہمیت حاصل ہوئی، پھر بھی یہ مخصوص ادبی بولی رہی، عوامی بولی نہ بن سکی۔ چٹر جی کھڑی بولی کے اسی نکھرے ہوئے روپ یا "ترقی یافتہ مغربی اپ بھرنش" کو "Hindustani" (ہندوستانی) کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بارھویں تیرھویں صدی کے بعد کا زمانہ اس کی نشوونما کے لیے نہایت سازگار تھا۔ چٹر جی کی "ہندوستانی" درحقیقت کھڑی بولی کا ہی نکھرا ہوا روپ ہے جسے ہم "اردو" کا قدیم روپ کہتے ہیں۔ زبان کی اسی شکل کو یعنی آج کی اردو کے قدیم روپ کو ہی "ہندی"، ہندوی" اور "ریختہ" کہا گیا۔

چٹر جی اپنی "ہندوستانی" کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ "یہ وقت کی ضرورت کے تحت معرضِ وجود میں آئی۔ خاص طور پر اس کی ضرورت مسلمان حکمرانوں کو تھی جو بدیسی تھے اور یہاں کی کوئی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ آگے چل کر اسی "ہندوستانی" کے بارے میں چٹر جی یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

اسے کسی نے نئی زبان کی حیثیت سے شعوری اور باضابطہ طور پر ایجاد نہیں کیا: یہ تو مغربی ہندی کی بولیوں کے غیر محسوس ارتقا کا نتیجہ تھی اور اسے اولین ہندوستانی مسلمانوں کی پنجابی زبان سے تقویت حاصل ہوئی تھی۔ یہ آگے چل کر دہلی کے بازاروں میں بولی جانے لگی۔

یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ چٹر جی نے اپنی اس کتاب میں شمال میں امیر خسرو (1253 تا 1325) کی ادبی کاوشوں کا اور دکن میں اردو کے ادبی سرمایے کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ انھوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ "ہندوستانی" کو ادبی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں دکن نے پہل کی اور شمالی ہندوستان کے لیے ایک نمونہ قائم کیا۔ چٹر جی "ہندوستانی" کا قدیم نام "ہندی" اور "ہندوی" پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں اور اس کا دوسرا نام "زبانِ اردو" بھی مان چکے ہیں۔ امیر خسرو کے عہد کی زبان کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے پھر یہ بات دہرائی کہ اس زمانے میں دہلی کے آس پاس جس زبان کی نشوونما ہو رہی تھی اس کا اصلی نام "ہندی" یا "ہندوی" تھا جسے وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کے لیے کبھی کبھی "دہلوی" بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ چٹر جی نے اسی زبان کے لیے کہیں کہیں "دہلوی اردو" کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ چٹر جی نے میراں جی، شاہ برہان الدین جانم، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، شاہ امین الدین اعلیٰ، محمد قلی قطب شاہ، ملا وجہی اور میاں خوب محمد چشتی جیسے دکنی مصنفین کی شعری و نثری تصانیف کے حوالوں سے یہ بات پائے ثبوت تک پہنچا دی ہے کہ دکن میں "اردو" نے چودھویں، پندرھویں، سولھویں اور سترھویں صدی کے دوران ادبی زبان کی حیثیت سے نمایاں ترقی کی جس سے وہاں ایک "Distinctive literary standard" (ممتاز ادبی معیار) قائم ہو گیا۔ اس کے باوجود چٹر جی کا یہ کہنا کہ سترھویں صدی کے خاتمے سے قبل ادبی زبان کی حیثیت سے "اردو" کا کوئی وجود نہیں تھا، نہایت حیران کن ہے۔

اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ولؔی کی دہلی میں آمد اور ان کی اردو شاعری کا ذکر کرتے ہوئے چٹر جی لکھتے ہیں کہ "اس طرح ادبی زبان کی حیثیت سے ہندوستھانی کی اردو شکل وجود میں آئی"، لیکن چٹر جی یہ بھول گئے کہ شمالی ہند میں اردو شاعری کا آغاز "ریختہ" کی شکل میں ولؔی کی دہلی میں آمد سے بہت پہلے امیر خسرو کے ہاتھوں ہو چکا تھا اور اسی ریختہ کی روایت میں 1625ء سے قبل محمد افضل افضؔل (1625ء) اپنی طویل مثنوی "بکٹ کہانی" (بارہ ماسہ) تخلیق کر چکے تھے نیز روشن علی نے 1688ء میں "عاشور نامہ" کے نام سے واقعاتِ کربلا سے متعلق ایک طویل نظم لکھی تھی۔

مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ:

ا- اردو کی بنیاد بلاشبہ کھڑی بولی پر قائم ہے۔ کھڑی بولی علاقائی اعتبار سے مغربی یوپی کی بولی

ہے۔ بعد میں نواحِ دہلی کی بولیوں کے اثرات مرتب ہوئے۔ اردو کے ابتدا میں کئی نام پڑے مثلاً ہندی، ہندوی، ریختہ، دہلوی، ہندوستانی وغیرہ۔ ابتدا میں اردو بول چال کی زبان رہی پھر معیاری اور ادبی زبان کی شکل اختیار کر لی۔

1.7 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- جدید ہند آریائی زبانوں کا پس منظر کیا ہے
- ہند آریائی خاندان کسے کہتے ہیں اور اس لسانی خاندان میں کون کون سی زبانیں شامل ہیں
- پراکرتوں کی پہچان کیا ہے
- اپ بھرنش کسے کہتے ہیں؟ اپ بھرنشوں کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کا علاقہ اور عہد کیا ہے
- مغربی ہندی کی پہچان کیا ہے اور اس کی کتنی بولیاں ہیں
- اردو اور کھڑی بولی کا رشتہ کیا ہے اور کتنا گہرا ہے
- اردو زبان کس کس نام سے پکاری جاتی رہی
- بولی سے معیاری و ادبی روپ تک کا اردو کا سفر کیسا رہا

1.8 اپنا امتحان خود لیجیے

1- دنیا میں تین بڑے لسانی خاندان کون کون سے ہیں؟ ان میں سے اردو کا تعلق کس خاندان سے ہے اور کیوں ہے؟

2- پراکرتوں اور اپ بھرنشوں سے کیا مراد ہے؟

3- اپ بھرنشوں کی قسمیں بتائیے اور ان کے متعین کیے گئے علاقوں کی نشاندہی کیجیے؟

4- کون سی بولیاں مغربی ہندی کی بولیاں کہلاتی ہیں اور وہ اپنی کن لسانی خصوصیات سے پہچانی جاتی ہیں؟

5- گریرسن نے جدید ہند آریائی زبانوں کی تقسیم کس طرح کی ہے؟

6- اردو اپ بھرنش اور اپ بھرنش کی کس جدید بولی سے پیدا ہوئی؟

7- اردو زبان ابتدا میں کس کس نام سے پکاری گئی؟

1.9 سوالات کے جواب

1- ہند آریائی، دراوڑی اور ہند چینی دنیا کے تین بڑے لسانی خاندان ہیں۔ اردو کا تعلق ہند آریائی خاندان سے ہے۔ یعنی اردو ایک ہند آریائی زبان ہے۔ یہ ہند آریائی زبان اس لیے ہے کہ ہندوستان کی دوسری زبانوں مثلاً آسامی، پنجابی، مراٹھی، گجراتی، ہندی وغیرہ کی طرح یہ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہے جو آریا قوم کے لوگوں کے آنے کے بعد ہندوستان میں پیدا ہوئی۔

2- 1500 BC میں جب آریا قوم کے لوگ ہندوستان میں آئے تو یہاں سنسکرت زبان پیدا ہوئی۔ پھر جیسے جیسے وقت گذرتا گیا سنسکرت زبان میں تبدیلی پیدا ہوتی گئی اور اسی تبدیل شدہ زبان کو پراکرت کہا گیا کیوں کہ یہ عوام کی فطری زبان تھی۔ پھر جب اور وقت گزرا تو پراکرت زبان بھی قواعد اور ادب کے اصولوں کی پابند ہوگئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس میں بھی تبدیلی واقع ہوگئی۔ اسی تبدیل شدہ زبان کو اپ بھرنش کہا گیا۔ اپ بھرنشیں مغرب سے مشرق تک پھیلی ہوئی ہیں۔

3- تاریخ کی کتابوں میں جن اپ بھرنشوں کا ذکر ملتا ہے وہ پانچ ہیں جن کا ذکر ان کے علاقوں کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے:

i- شورسینی اپ بھرنش سے چار جدید ہند آریائی زبانیں: کھڑی بولی، راجستھانی پنجابی (مشرقی) اور گجراتی

ii- ماگدھی اپ بھرنش سے تین زبانیں: بنگالی، اڑیا، آسامی

iii- اردھ ماگدھی اپ بھرنش سے ساری پوربی بولیاں جیسے اودھی، بھوجپوری وغیرہ

iv- مہاراشٹری اپ بھرنش سے صرف ایک زبان: مراٹھی

v- کیکئ اور براچڑ اپ بھرنش سے دو زبانیں مغربی پنجابی اور سندھی

5- مشہور ماہر لسانیات گریرسن نے جدید ہند آریائی زبانوں کی تقسیم اس طرح کی ہے:

i- بیرونی زبانیں

الف: شمال مغربی شاخ : (مغربی پنجابی) سندھی

ب: جنوبی شاخ : مرہٹی

ج: مشرقی شاخ : آسامی، بنگالی، اڑیا، بہاری

ii- وسطی زبانیں : پوربی ہندی (اودھی، بھوجپوری)

iii- اندرونی زبانیں : مغربی ہندی، پنجابی (مشرقی) گجراتی، راجستھانی، بھیلی اور خ......

iv- پہاڑی زبانیں : نیپالی، درمیانی اور جنوبی پہاڑی

یہ تقسیم زبان کی ساخت مثلاً اسما وافعال کی شکلوں اور تلفظ کے فرق کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

گریرسن کی طرح سنیتی کمار چٹرجی نے بھی زبان کی گروہ بندی کی ہے۔ان کی گروہ بندی کی تفصیلات اس طرح ہے:

الف : مدھیہ پردیش کی خاص زبان : مغربی ہندی

ب : درمیانی زبانیں: پنجابی، راجستھانی، گجراتی اور پہاڑی بولیاں (یہ مدھیہ پردیش سے رشتہ رکھتی ہیں) پوربی ہندی کا رشتہ بیرونی گروہ کی زبانوں سے ہے۔

ج : شمالی مغربی ہندوستان کی زبانیں: مغربی پنجابی (لہندا) سندھی

د : مشرقی ہندوستان کی زبانیں: بہاری، اڑیا، پنجابی اور آسامی

ر : جنوبی ہندوستان کی آریائی زبانیں: مراٹھی

6- اردو کھڑی بولی شورسینی اپ بھرنش سے پیدا ہوئیں۔کھڑی بولی کا براہ راست تعلق شورسینی اپ بھرنش یا مغربی اپ بھرنش سے ہے جو وسطی ہند آریائی دور، 500 قبل مسیح تا 1000 عیسوی کی آخری یادگار ہے۔

7- اردو زبان ہندی، ہندوی، ریختہ، دہلوی، ہندوستانی وغیرہ ناموں سے پکاری گئی۔

1.10 فرہنگ

لفظ	معنی
ارتقائی مراحل	ترقی کی منزلیں
شرقی شاخ	پوربی شاخ
اصول وضوابط	قاعدے قانون
اسما	Nouns
افعال	Verbs
ساخت	بناوٹ
متصل	ملا ہوا
بشمول	شمولیت کے ساتھ

لفظ	معنی
اواخر	آخر کی جمع
معرض وجود	وجود میں آنا
تسلط	قبضہ
ترکِ وطن	وطن کو ترک کرنا یعنی چھوڑ نا
سکونت اختیار کرنا	بس جانا
کثیر تعداد	بڑی تعداد
دوررس نتائج	ایسے نتیجے جن کے اثرات دور تک جاتے ہو
ثقافتی	کلچرل
تقویت	طاقت
نو وارد	نئے آنے والے
بالآخر	آخر میں، Finally
موسوم کرنا	نام دینا
تشکیل میں	بننے میں
زائل	ختم
مقتدر	لائق قدر، قدر و قیمت کے لائق
نقل مکانی	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا
باہمی	آپسی
وثوق	یقین، اعتماد
نواحِ دہلی	دہلی کے آس پاس
بطن	پیٹ

1.11 کتب برائے مطالعہ

مقدمۂ تاریخ زبان اردو	مسعود حسین خاں	اردو مرکز لاہور، 1966
اردو زبان کی تاریخ	مرزا خلیل احمد بیگ	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ 1995
لسانی تناظر	مرزا خلیل احمد بیگ	بحری پبلیکیشنز، نئی دہلی، 1997

اردو زبان کا ارتقا	شوکت سبزواری	چمن بک ڈپو، اردو بازار، دہلی
اردو کے آغاز کے نظریے	گیان چند جین	
ہندوستانی لسانیات	سید محی الدین قادری زور	مطبوعہ شمس الاسلام پریس چھتہ بازار، حیدر آباد، دکن، 1932
پنجاب میں اردو	حافظ محمود خاں شیرانی	قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، 2005

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY

اکائی 2 اردو کی ابتدا اور ارتقا کے سماجی محرکات

ساخت :

2.1 اغراض ومقاصد

2.2 تمہید

2.3 اردو کی ابتدا اور ارتقا کا لسانی اور سماجی پس منظر

2.4 اردو کی ابتدا اور ارتقا کے سماجی محرکات

2.5 آپ نے کیا سیکھا

2.6 اپنا امتحان خود لیجیے

2.7 سوالات کے جوابات

2.8 فرہنگ

2.9 کتب برائے مطالعہ

2.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ کو

- اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا میں شامل مختلف سماجی محرکات کی جانکاری ملے گی
- ان سے متعلق لسانی اور تہذیبی عناصر سے واقفیت حاصل ہوگی
- اردو زبان کو ایک مخصوص ومنفرد پہچان عطا کرنے والے عناصر کی تفصیل ملے گی
- اردو کے گنگا جمنی تہذیب کا ترجمان اور ایک مقبول ہندوستانی زبان ہونے کی مثالیں ملیں گی

2.2 تمہید

تاریخ شاہد ہے کہ مخصوص علاقوں کے مخصوص سماجی، سیاسی اور تہذیبی حالات میں پہلے علاقائی بولیاں جنم لیتی ہیں اور پھر مختلف علاقوں، مذہبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے باہمی میل جول اور ربط وضبط سے بولیاں زبان کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ اردو زبان کو بھی ابتدا میں ایک مخلوط عوامی زبان یعنی لنگوا فرینکا کی حیثیت حاصل تھی جو کہ گلی کوچوں اور بازاروں میں عوام الناس کے درمیان بولی جاتی تھی۔ ابتدائی اردو کے سماجی محرکات اور لسانی وتہذیبی نقوش خاصے قدیم ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

''آریاؤں کی آمد سے ہزاروں سال پہلے بحیرۂ روم کے علاقے کی ایک نسل بھی وارد ہندوستان ہوئی جس کا ٹکراؤ پروٹو آسٹر لائڈ نسل کے ساتھ ہوا تو نتیجے میں دراوڑی نسل پیدا ہوئی۔ تین ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ اس نسل نے وادی سندھ میں اپنا تہذیبی اور معاشرتی نظام قائم کر لیا تھا۔ ان لوگوں

کی ایک زبان بھی تھی۔ خانہ بدوش آریہ پندرہ سو قبلِ مسیح کے لگ بھگ شمال مغرب سے وارد ہندوستان ہوئے اوران کا پہلا تصادم شمال میں آباد دراوڑوں سے ہوا۔ دراوڑ ان کا سامنا نہیں کر سکے۔ یہی وہ لوگ تھے جو جنوبی ہند کی طرف گئے تو مقامی زبان بھی ساتھ لے گئے۔ ان کے باقیات نے شمال میں اپنی زبان سے روگردانی اختیار نہیں کی بلکہ ان لوگوں نے اپ بھرنش کے فروغ کے لیے خام مواد فراہم کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آریاؤں کے قیام پنجاب کے زمانے میں بھی جو اولین وید مرتب ہوئے تو ان میں مقامی الفاظ بھی در آئے تھے اور قواعد وضوابط کی مصنوعی دیواریں ان کا راستہ روک نہ سکیں۔ چنانچہ ڈاکٹر سہیل بخاری نے رگ وید کو اردو کی تاریخ کا پہلا سرا قرار دیا ہے۔

اردو کی کہانی ص 7، 1975، لاہور

اپنیشد ہندو فکر وفلسفہ کے اہم ماخذات ہیں اورانہیں علم ودانش کی تصنیفات میں شمار کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد رامائن اور مہا بھارت جیسی کتابیں لکھی گئیں اور بھگوت گیتا کی صورت میں بھگتی کا تصور سامنے آیا۔ اس دور میں جین مت اور بدھ مت کا فروغ ہندو مذہب کی سنگلاخیت کے خلاف ایک موثر ردعمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لسانی نوعیت کا ردعمل سنسکرت زبان کے خلاف ہوا۔ بدھ اور مہاویر کا پیغام محبت چونکہ عوام کی سادہ زبان میں پیش کیا گیا تھا اس لیے یہ دلوں میں اترتا چلا گیا۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ اب گری پڑی زبانوں کو اعتنا کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

644 میں مسلمانوں نے مکران فتح کیا۔ 712 میں محمد بن قاسم کی فتوحات کے بعد اس ملک کے ایک حصے پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا اور سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کے بعد حکومت کا دائرہ وسط ہند تک پھیل گیا۔

معزالدین غوری نے مگھیر تک اسلامی سلطنت قائم کر دی۔ قطب الدین ایبک نے پہلی دفعہ مرکز حکومت شمال میں قائم کیا۔ اب جنوب کی طرف توجہ مبذول ہوئی۔ علاءالدین خلجی نے 1294 میں دکن کو فتح کیا۔ محمد تغلق نے اپنا دارالخلافہ دولت نگر منتقل کر دیا تو مسلمانوں کے ساتھ ان کی زبان نے بھی جنوب کی طرف سفر اختیار کیا۔ دکن میں بہمنی سلطنت کا قیام اس دور کا اہم واقعہ ہے۔ اسی زمانے میں اردو زبان کو ادبی حیثیت ملنا شروع ہوئی اور جب بہمنی سلطنت کا زوال شروع ہوا تو اردو کا ابتدائی فروغ عمل میں آچکا تھا۔

ماخوذ از: اردو ادب کی مختصر تاریخ ص 36-34

امیر تیمور کے حملے کے سبب بہت سے لوگوں نے گجرات کا رخ کیا اوراپنے ساتھ وہ اردو زبان بھی لے گئے جو کہ گجری کہلائی۔ 1526 میں ظہیرالدین بابر نے دہلی میں مغلیہ سلطنت قائم کی تو ہندوستانی تہذیب میں ایرانی اثرات غالب ہو گئے۔ دہلی میں فارسی کو سرکاری اورادبی زبان کا درجہ

حاصل ہوا۔ لیکن دکن اور گجرات کے علاقوں میں مقامی زبان یعنی ابتدائی اردو کو پھلنے پھولنے کے مواقع میسر آتے رہے۔ دہلی میں شاہجہاں کے عہد میں اردو زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ بقول محمد حسین آزاد:

''تعجب ہوا کہ ایک بچہ شاہجہانی بازار میں پھرتا ملے، شعرا اسے اٹھالیں اور ملک سخن میں پال کر پرورش کریں۔ انجام کو یہاں تک نوبت پہنچے کہ وہی ملک کی تصنیف وتالیف پر قابض ہو جائے۔''

دیباچہ: آب حیات صفحہ 1 1970

دکن میں عادل شاہی اور قطب شاہی دور سلطنت میں دہلی کے مقابلے دکن میں اردو زبان وادب کو خاصہ فروغ حاصل ہوا۔ اورنگ زیب کا بیشتر وقت دکن میں ہی گزرا جس کے سبب وہاں آباد عالموں، ادیبوں اور شاعروں نے مقامی اردو میں تحریر و تصنیف کا کام انجام دے کر اسے استحکام عطا کیا۔ شمالی ہند میں مغلیہ حکومت کے آخری دور کے حکمرانوں نے بھی اردو کی جانب توجہ کی۔ انگریزوں کے تسلط کے بعد ہندوستان کی مقامی زبانوں کو ترقی کے خاطر خواہ مواقع میسر نہیں آئے۔

بہر حال قدیم ہندوستانی عوام، بیرون ہند سے آنے والے مسلم حکمرانوں اور ان کے لواحقین کے باہمی ربط سے ایک نئی زبان اردو کا جنم ہوا۔ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب، متحدہ قومی تشخص، باہمی ارتباط اور سماجی یگانگت قائم کرنے میں اردو زبان کو ایک اہم وسیلے کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو زبان نے تحریک آزادی میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو کا کوئی مخصوص علاقہ یا صوبہ نہیں ہے لیکن کشمیر سے کنیا کماری اور گجرات سے آسام تک پورے ملک کے علاوہ بعض بیرونِ ملک میں بھی اس کا چلن عام ہے۔ دہلی، پنجاب اور دکن میں اس نے ابتدائی سفر طے کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی۔

اردو کا شمار ہندوستان کی جدید زبانوں میں ہوتا ہے۔ لسانی خاندان کے اعتبار سے اس کا تعلق 'ہند آریائی خاندان' سے ہے۔ اردو زبان کے آغاز وارتقا سے متعلق کئی لسانی نظریات پیش کیے گئے لیکن مغربی ہند کی شاخ کھڑی بولی کو اس کا اصل ماخذ قرار دیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ اردو زبان کی تشکیل و تعمیر اور آغاز وارتقا میں عربی، فارسی، ترکی، ہندی زبانوں کے ساتھ ساتھ کئی علاقائی بولیوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اس کے ذخیرۂ الفاظ میں مختلف بولیوں اور زبانوں کے الفاظ شامل ہیں لیکن سب سے زیادہ الفاظ ہندوستانی بولیوں سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں یکساں طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

2.3 اردو کی ابتدا اور ارتقا کا لسانی اور سماجی پس منظر

اردو وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی حامل خالص ہندوستانی زبان ہے۔ وہ اسی سرزمین پر پیدا ہوئی اور پروان چڑھی۔ اس کا شمار اہم جدید ہندوستانی زبانوں میں ہوتا ہے۔ یہ برصغیر میں بولی جانے

والی ایسی مقبول اور شیریں زبان ہے جو نہ صرف ہندستان بلکہ مختلف ملکوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ کسی خاص فرقے، مذہب یا صوبے کی زبان نہیں ہے۔ اس کے بولنے والوں میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، جین سبھی مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو زبان ہمارے متحدہ کلچر اور گنگا جمنی تہذیب وثقافت کی ایسی علامت بن چکی ہے کہ اسے سیکولر زبان کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ سیکولر مزاج اور مذہبی رواداری اس کے خمیر میں شامل ہے۔ اردو کی تشکیل وتعمیر نیز ابتدا و ارتقا میں مختلف ملکی و بیرونی زبانوں، علاقائی بولیوں کے ساتھ تمام مذاہب کے افراد اور علاقوں کے اشخاص شامل رہے ہیں۔

اردو زبان میں اسلام کے علاوہ ہندو، جین، بودھ، عیسائی، سکھ، بہائی عقائد اور دیگر مختلف فنون کی کتابیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ امیر خسرو کے ہندوی کلام سے لے کر آج تک کے سبھی اردو قلم کاروں کے یہاں متحدہ کلچر سیکولر اقدار، مذہبی رواداری اور گنگا جمنی تہذیب وتمدن کے شاندار نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ گیت، کہہ مکرنیاں، دوہے، پہیلیاں، بھجن، بارہ ماسہ، اندرسبھا ناٹک اور بعض اساطیری قصے کہانیاں وغیرہ ہندوستانی تہذیبی عناصر کی مؤثر ترجمانی کرتے ہیں۔

انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے۔ زبان، انسانی جذبات واحساسات وخیالات کے اظہار کا موثر وسیلہ ہے۔ دنیا کے ہر سماج میں کسی زبان کا بنیادی کردار اس سماج کے افراد میں ایک دوسرے تک اپنی بات پہنچانا ہے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے کے مصداق زبانوں کا وجود عمل میں آتا ہے۔ ہر زبان کسی خاص لسانی، تہذیبی اور سماجی پس منظر کے تحت باہمی ربط واظہار کے وسیلے کے طور پر وجود میں آتی ہے۔ اردو ایک مخلوط زبان ہے جس میں عربی، فارسی، ترکی، انگریزی زبانوں اور بولیوں مثلاً دکنی، برج بھاشا، پنجابی، گجراتی، سندھی، بندیلی، ہریانوی، راجستھانی، ماگدھی، اودھی اور کھڑی بولی وغیرہ کی لفظیات ومصطلحات وتراکیب شامل ہیں۔

انسانوں کی طرح زبانوں کے بھی اپنے خاندان ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے دنیا کی تمام زبانوں کو آٹھ خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زبانوں کا سب سے بڑا خاندان 'ہند یورپی خاندان' ہے۔ ہند آریائی اس کی ایک شاخ ہے اور اسی ہند آریائی کی شاخ سے جن جدید ہند آریائی زبانوں کا وجود عمل میں آیا ہے ان میں اردو زبان بھی شامل ہے۔ اردو زبان کی تشکیل وتعمیر اور ابتداء وارتقا کے لیے مختلف ماہرین لسانیات نے مختلف لسانی نظریے پیش کئے ہیں۔ بیشتر ماہرین لسانیات اس امر پر متفق ہیں کہ اردو زبان کی تشکیل وتعمیر میں مختلف زبانوں اور بولیوں نے مل کر حصہ لیا ہے۔ لیکن اس کا اصل ماخذ وہ کھڑی بولی ہے جس کا شجرہ ویدک سنسکرت سے ملتا ہے اور جو پراکرتوں میں شورسینی اپ بھرنش کی شاخ یعنی مغربی ہندی سے ہوتا ہوا دیگر جدید ہند آریائی مثلاً بانگڑو ہریانی اور کھڑی بولی سے منسلک ہوجاتا ہے۔

ہندوستان کی دو بڑی زبانیں یعنی اردو اور ہندی اسی کھڑی بولی سے نکلی ہیں۔ ہر زبان کی بنیادی اکائی اس کی آوازوں کا وہ نظام ہوتا ہے جن کی ادائیگی ہم اپنے اعضائے تکلم سے کرتے ہیں اور لسانیات کی اصطلاح میں جنھیں زبان کا صوتی نظام کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ہندی اور اردو دونوں زبانوں کا قواعدی نظام نہ صرف یکساں ہے بلکہ دونوں میں بڑی تعداد میں مشترک الفاظ یکساں طور پر بولے اور استعمال کئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ اردو خالص ہندوستانی زبان ہے اور جدید ہند آریائی زبان ہونے کے ناطے اس کا رشتہ و تعلق سنسکرت زبان سے بھی اسی قدر گہرا اور مضبوط ہے جس قدر کہ ہندی یا دیگر ہند آریائی زبانوں کا ہے۔

2.4 اردو کی ابتدا اور ارتقا کے سماجی محرکات

ہر زبان کی تشکیل و تعمیر یا ابتدا و ارتقا میں بعض مخصوص حالات و ضروریات کے ساتھ ساتھ مختلف سماجی، سیاسی، تاریخی، جغرافیائی اور لسانی عوامل و محرکات بھی شامل ہوتے ہیں۔

اردو زبان کی ابتدا اور اس کا ارتقا برسوں کے لسانی ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ اردو زبان کو ابتدا میں ہندوی، ریختہ، ہندوستانی، اردوئے معلّیٰ کے ناموں سے موسوم کیا گیا اور اب یہ 'اردو' کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ جس کی شیریں بیانی اور زلف گرہ گیر کے صرف اہل اردو ہی نہیں غیر اردو داں بھی اسیر ہیں۔ اردو زبان کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے لئے یہ فقرہ ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' اس لیے صادق آتا ہے کہ اس کی تشکیل و تعمیر میں مختلف قوموں اور متحدہ ہندوستانی کلچر کے ساتھ مختلف سماجی اور تہذیبی اثرات اور محرکات بھی شامل ہیں۔ اردو ہندوستانی ہی نہیں بلکہ برصغیر اور بیرون ملک کی بعض نئی بستیوں میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس کی مقبولیت اور اثر پذیری میں 'شکوہ ترکمانی' 'ذہن ہندی' اور 'نطق اعرابی و فارسی' کو بھی خاص دخل حاصل ہے۔ یہی وہ ہندوستانی زبان ہے جو ہند آریائی کا دودھ پی کر جوان ہوئی ہے۔ جس کا دامن بھانت بھانت کے تہذیب و تمدن کے پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ جب مختلف زبانوں و تہذیبوں والے لوگ آپس میں ملتے جلتے ہیں تو لفظوں کا بھی لین دین ہوتا ہے اور ہر زبان اپنے مزاج و ماحول کے اعتبار سے لفظوں کو اپناتی ہے۔

ہر زبان کے پاس لفظوں کا ذخیرہ ہوتا ہے جس میں تین قسم کے الفاظ شامل ہوتے ہیں۔ وہ الفاظ جو زبان کے بنیادی ڈھانچے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ الفاظ جو اس نے دوسری زبانوں سے جوں کے توں اخذ کئے ہیں انہیں تت سم کہتے ہیں۔ وہ الفاظ جنھیں دوسری زبانوں سے لے کر تبدیل کر لیا جاتا ہے انہیں تد بھو کہا جاتا ہے۔

ہر زبان کے آغاز وارتقا میں مختلف النوع لسانی اور سماجی، گروہی عوامل ومحرکات کارفرما ہوتے ہیں۔ انسان ابتدا ہی سے گروہوں یا گروہی سماج میں مل جل کر ایک ساتھ رہتا آیا ہے اور خوشی وغم اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی مدد کرتا رہا ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ عقل وشعور اور نطق کی صلاحیتیں اسے دیگر مخلوقات سے مختلف ومنفرد و اشرف وافضل بناتی ہیں۔ قوت گویائی یا بولنے کی فطری صلاحیت، اظہار خیال کی خواہش اور باہمی تعلق کی ضرورت کے تحت انسان نے بولی یا زبان ایجاد کر کے اپنے ماضی الضمیر کا اظہار بذریعہ الفاظ کرنا چاہا۔ ابتدا میں اس نے اشاروں کنایوں اور علامتوں سے کام لیا ہے پھر کائنات کی مختلف اشیا کا نام متعین کر کے بذریعہ الفاظ اظہار خیال کرنے لگا۔ ابتدائی بولیوں نے ترقی کرتے ہوئے زبانوں کی صورت اختیار کی اور اس طرح بولیوں نے آپس میں مل کر زبانوں کو جنم دیا۔ بولیوں کا کوئی اسکرپٹ یعنی رسم الخط نہیں ہوتا ہے وہ صرف زبانی طور پر بول چال یا باہمی ربط وتعلق کے لیے بولی جاتی ہیں۔ ان کا اپنا مخصوص لب ولہجہ بھی ہوتا ہے جو کہ اسی مخصوص سماجی لسانی اور جغرافیائی حالات سے بنتا اور پروان چڑھتا ہے۔ جبکہ ہر زبان کا اپنا مخصوص اسکرپٹ یا رسم الخط ہونا ضروری ہے کہ زبان کے ذریعے محض بولنے سننے اور اظہار خیال کرنے کا ہی کام نہیں لیا جاتا بلکہ لکھنے کا کام بھی زبانوں کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے۔

لفظ 'اردو' ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی لشکر کے ہیں۔ جس وقت ہندوستان کی شاہی اور سرکاری زبان فارسی تھی اس وقت اردو اپنی ابتدائی شکل میں عوام کے درمیان بازاروں اور گلی کوچوں میں بولی جاتی تھی۔ اردو مخصوص سماجی، تجارتی حالات کے سبب پیدا ہوئی۔ باہر سے آنے والے حکمرانوں اور فوجیوں کا رابطہ جب ہندوستان کے مقامی لوگوں سے قائم ہوا تو باہمی میل جول سے ایک تیسری نئی بولی وجود میں آئی جو ترقی کرتے ہوئے ہندوی، ہندوستانی اور ریختہ کا روپ دھارن کرتے ہوئے 'اردو زبان' بن گئی۔ باہمی میل جول، ربط وتعلق کے سبب یہ زبان جس خاص سیاسی سماجی ماحول اور مشترکہ کلچر میں پروان چڑھی وہی اس کی پہچان بن گیا۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کسی بھی زبان کی ابتدا اور ترقی میں مخصوص سیاسی، سماجی اور جغرافیائی حالات کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا بھی صدیوں کے سیاسی ولسانی حالات ومختلف سماجی محرکات کا نتیجہ ہے۔

ابتدا میں شمالی ہند میں اردو کو عوامی اور مختلف پیشہ ور طبقوں کی زبان کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی لیکن باقاعدہ طور پر معیاری ادبی زبان کا وہ درجہ حاصل نہیں ہو سکا تھا جو کہ یہاں فارسی زبان کو حاصل تھا۔

اردو زبان کو سب سے پہلے شمالی ہند کے بجائے دکن میں اس وقت ادبی حیثیت حاصل ہوئی جبکہ 1310 میں علاء الدین خلجی نے گجرات کے بعد مالوہ اور دکن کے علاقے بھی فتح کر لیے۔ گجرات سے دکن تک کے وسیع علاقوں کو سو سو مواضعات میں تقسیم کر کے اپنے نمائندے مقرر کر دیے جنہیں ''امیران صدہ'' کہا جاتا تھا۔ یہی وہ سرکاری نمائندے تھے جو کہ اپنی فوج اور بعض پیشہ ور افراد کے

ساتھ دکن میں آ کر بس گئے۔ اس طرح خلجی کے بعد 1327 میں سلطان محمد بن تغلق نے دکن میں واقع دیوگری کو اپنی راجدھانی بنا کر اس کا نام دولت آباد رکھ دیا۔ دہلی سے دولت آباد منتقل ہونے والے صوفی، شعرا، ادبا، علما اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگ دہلی میں بولی جانے والی زبان اپنے ہمراہ دکن لے آئے۔ بول چال کی اس زبان اور دکن کی مقامی زبان کے ہم آہنگ ہونے پر ایک نئی زبان وجود میں آ گئی جسے دکنی اردو کے نام سے موسوم کیا گیا۔

دکنی ہی دراصل اردو کی قدیم شکل ہے۔ 1347 میں دکن کے امیران صدہ نے خودمختار بہمنی سلطنت قائم کر لی۔ 1397 میں بہمنی سلطنت کا آٹھواں بادشاہ فیروز شاہ بہمنی فارسی اور دکنی کا شاعر تھا۔ اسی کے زمانے میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز دکن آئے اور انہوں نے دکنی زبان میں کئی مذہبی اور علمی کتابیں تصنیف کیں۔ دکنی زبان یا قدیم اردو اب محض بول چال کی زبان نہیں تھی بلکہ باقاعدہ طور پر تحریری اور ادبی زبان بن چکی تھی۔ فخردین نظامی، شاہ میراں جی شمس العشاق اور سید شاہ اشرف بیابانی اس عہد کے معروف شعرا ہیں۔ 1490 میں بیجاپور میں عادل شاہی سلطنت کا قیام عمل میں آیا اس کے تیسرے بادشاہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کو فنون لطیفہ خصوصاً مصوری، موسیقی اور شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ عادل شاہی دور میں شاہ برہان الدین جانم، ملک خوش نود، رستمی، مقیمی، نصرتی، ہاشمی، شوقی، شاہی وغیرہ نے قدیم اردو زبان میں اظہار خیال کر کے اردو زبان کو استحکام و وقار عطا کیا۔

دکن میں قطب شاہی دور سلطنت میں دکنی اردو زبان و ادب کو خاصا فروغ حاصل ہوا۔ گولکنڈہ کے پانچویں حکمراں محمد قلی قطب شاہ کو اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ملا وجہی، نشاطی، غواصی اس عہد کے بلند پایہ شاعر و ادیب تھے۔ وجہی کی 'سب رس' اردو کی پہلی نثری ادبی کتاب ہے جو رمزیہ طرز اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ ولی دکنی دکن کے سب سے مشہور و مقبول شاعر ہیں۔ مذکورہ بالا سبھی شعرا و ادبا نے ہندوستان خصوصاً سرزمین دکن کے سماجی اور تہذیبی حالات اور ماحول کو اپنی تخلیقات میں کامیابی کے ساتھ جس طرح پیش کیا ہے وہ اردو زبان کی ترقی نیز ہندوستانی معاشرت کے ابتدائی نقوش کی انمول مثال بن گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اردو زبان کی جائے پیدائش شمالی ہند کی سرزمین ہے لیکن ادبی حیثیت اُسے پہلے دکن میں حاصل ہوئی اور ولی کا دیوان اور ان کی دہلی آمد کے بعد دہلی میں اردو ادب کو باقاعدہ فروغ حاصل ہوا۔ لیکن زبان کی حیثیت سے اردو زبان نے یہاں مضبوطی کے ساتھ اپنے قدم جما لیے تھے اور اس کی ترقی نیز مقبولیت میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔ دہلی کی ٹکسالی زبان اور محاورے نے عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ شمالی ہند کے وہ فنکار جو فارسی زبان میں شعر کہہ رہے تھے اب اردو زبان کو بھی اظہار کا وسیلہ بنانے لگے تھے۔

یہ سچ ہے کہ زبانوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے۔ ہر زبان مخصوص سیاسی، سماجی ماحول میں جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہے اس لیے ہر زبان اپنا مخصوص جغرافیائی اور تہذیبی پس منظر رکھتی ہے۔

اردو زبان بھی مخصوص تہذیبی تمدنی اور عمرانی پس منظر رکھتی ہے۔ وہ لسانی، سماجی اور تہذیبی ماحول جو صدیوں سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی ربط سے وجود میں آیا تھا دراصل وہی اردو کی تہذیب ہے اور اسی کو سماجی محرکات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہندوستان ایک کثیر اللسان ملک ہے۔ پراکرتوں کی اس مردم خیز دھرتی میں مختلف بولیوں کے میل ملاپ سے ایک نیا انکُر پھوٹا اور جب اس میں عربی، فارسی، ترکی زبانوں کا پیوند لگا تو اسے ابتداً ہندی کا نام دیا گیا۔ امیر خسرو نے اسے 'ہندوی' اور 'دہلوی' کے نام سے موسوم کیا۔ پھر جب اس کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہونے لگا اور وہ عوام الناس کی محفلوں میں راگ رنگ اور ذہنی وادبی تفریح کا ذریعہ بننے لگی تو اسے 'ریختہ' کا نام دیا گیا۔ گجرات پہنچ کر وہ گجری اور دکن میں دکنی مغلیہ دور میں 'اردوئے معلیٰ' اور بالآخر 'اردو' کہلائی۔

اس طرح اردو زبان ہماری گزشتہ کئی صدیوں کا لسانی اور تہذیبی سرمایہ بن گئی۔ زبان محض اظہار کا وسیلہ ہی نہیں ہوتی بلکہ قوموں اور نسلوں کو جوڑنے، انھیں ایک دوسرے کے قریب لانے، سماجی رشتے استوار کرنے اور محبت ویگانگت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہی کام اردو زبان نے بھی انجام دیا ہے۔ اردو محض زندگی جینے کا ایک سلیقہ، سوچنے کا ایک طریقہ، اظہار خیال کا ایک موثر وسیلہ ہی نہیں، ایک طرز معاشرت، مخصوص طرز زندگی اور ہماری سماجی اور تہذیبی پہچان کا روشن مینار بھی ہے۔ یہ امیر وغریب سبھی کی زبان ہے۔ اس کا رشتہ جہاں بازاروں، گلی کوچوں سے رہا ہے وہیں یہ شاہی درباروں، حکمرانوں صوفیوں فقیروں کی جھونپڑیوں اور خانقاہوں سے بھی وابستہ رہی ہے۔ سماجی میل ملاپ کی نقیب اردو زبان نے لسانی وحدت کے ساتھ باہمی محبت ویگانگت، وسیع المشربی، انسان دوستی اور سماجی مساوات کا پیغام عام کیا۔ یہی وہ زبان ہے جس نے کئی بولیوں اور زبانوں کی لفظیات اپنے دامن میں سمیٹ کر 'ہندوستانیت' کے قابل فخر نمونے پیش کیے۔ اسی زبان میں جہاں شعرا وادبا نے اپنی تخلیقات پیش کیں وہیں بھگتوں، سنتوں، فقیروں اور صوفیوں نے وحدت ومحبت کے گیت گائے اور اسے اپنے اقوال و ملفوظات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاؒ، کبیر، نانک وغیرہ نے اس کی سرپرستی بھی کی اور اس کی توسیع وفروغ میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ سماج کو روحانیت عطا کرنے، مہذب اور مودب بنانے میں بھی اردو زبان نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔

اردو واحد ایسی زبان ہے جو ہندی زبان سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ دونوں زبانوں کا قواعدی نظام یکساں ہے۔ دونوں کا ماخذ ومنبع بھی ایک ہی ہے اور بیشتر لفظیات بھی یکساں ہیں۔ بقول پروفیسر گوپی چند نارنگ:

''ایک عام اندازے کے مطابق اردو کے ستر فیصدی الفاظ پراکرتوں کے ذریعے آئے ہیں، یعنی ہندی ہیں۔ جتنا اشتراک اردو اور ہندی میں پایا جاتا ہے شاید ہی دنیا کی دوسری زبانوں میں پایا جاتا ہو۔اردو کی تقریباً چھتیس آوازوں میں صرف چھ ایسی ہیں جو فارسی اور عربی سے لی گئی ہیں باقی سب کے سب ہندی اور اردو میں مشترک ہیں۔خاص طور سے ہکار آوازیں، بھ، پھ، تھ، دھ، جھ، چھ، کھ، گھ، ہندی اردو میں ایک سی ہیں۔اسی طرح معکوسی آوازیں یعنی ٹ، ڈ، ڑ اور ان کے ہکار روپ ٹھ، ڈھ، ڑھ بھی ہندی اور اردو میں مشترک ہیں۔ یہ چودہ آوازیں اردو کا رشتہ پراکرتوں سے جوڑتی ہیں یعنی گنتی کی چند آوازوں کو چھوڑ کر اردو اور ہندی کے مصمتوں Consonants کا ڈھانچہ تقریباً ایک جیسا ہے۔مصوتوں Vowels میں تو اشتراک اس سے بھی زیادہ ہے۔ یعنی صوتی ہم آہنگی سو فیصدی ہے۔صرف ونحو کا یہ عالم ہے کہ کوئی جملہ بولیے ہندی میں یا اردو میں لفظوں کا فرق ہوسکتا ہے لیکن جملے میں لفظوں کی ترتیب بالکل ایک جیسی ہے۔تذکر و تانیث یا روزمرے یا محاورے کا فرق کہیں کہیں جھلک دکھاتا ہے۔ جملے میں فعل کی بڑی اہمیت ہے۔اردو فعل کا ہمارا سارا سرمایہ ہندی سے جڑا ہوا ہے۔اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، آنا جانا، رہنا سہنا، جاگنا سیکڑوں، ہزاروں فعل جیسے ہندی میں ہیں ویسے ہی اردو میں ہیں۔اردو میں بہت سے فعل عربی فارسی سے اخذ کیے گئے ہیں اور انہیں ہندی وضع پر ڈھال لیا گیا ہے۔مثلاً فرمانا، آزمانا، خریدنا، شرمانا، گزرنا، گرمانا، نوازنا، بخشنا یہ سب ہندی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔''

محاورے، ضرب الامثال، تشبیہات و استعارے اور تراکیب و مصطلحات، زبان کا زیور ہوتے ہیں جو کہ مخصوص سماجی حالات اور محرکات کے سبب از خود معرض وجود میں آتے ہیں اور پھر نسلاً بعد نسل سینہ بہ سینہ منتقل ہوکر روزمرہ گفتگو یا علمی، ادبی تحریروں کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ان محاوروں اور کہاوتوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی تاریخی واقعہ، قصہ یا ایسی سماجی سچائی ضرور ہوتی ہے جس سے کہ اس کی وجہ تسمیہ کے ساتھ ساتھ اس تہذیب و معاشرت پر بھی روشنی پڑتی ہے جس کے سبب اس کا وجود عمل میں آیا ہے۔سماجی اثرات کے تحت بننے والے محاورے یا کہاوتیں ہمیں اس مخصوص واقعے یا حالات کی یادیں تازہ کر دیتی ہیں۔ان کے استعمال سے زبان اور اسلوب بیان میں نہ صرف حسن اور زور واثر پیدا ہوتا ہے بلکہ مافی الضمیر یا مفہوم کی ادائیگی میں بھی آسانی یا خاص معنویت پیدا ہو جاتی ہے۔مختلف زبانوں اور قوموں کے باہمی میل ملاپ، رسم و رواج، رہن سہن، کھان پان اور طرز معاشرت یا طرز زندگی کے زیر اثر فطری انداز میں ان کا وجود عمل میں آتا ہے۔اردو اور ہندی بولنے والے تقریباً ایک ہی علاقے، ماحول اور حالات میں صدیوں سے ایک ساتھ مل کر رہتے چلے آرہے ہیں۔ان کے دکھ سکھ، تیج تہوار اور شب و روز یکساں انداز میں بسر ہوتے رہے ہیں اس لیے ایسے محاورے، کہاوتیں اور استعارے بہت ہیں جو کہ مخصوص سماجی پس منظر اور عوامل و محرکات کے سبب ہندی اور اردو زبانوں میں یکساں طور پر بولے اور استعمال کیے جاتے ہیں۔ درج ذیل چند مثالیں اس کا بین ثبوت ہیں، مثلاً:

آنکھ لگنا، آنکھ آنا، آنکھ پھیرنا، آنکھ چرانا، آنکھ بھر آنا، آنکھوں سے اوجھل ہونا، آنکھیں دکھانا، آنکھیں بچھانا، آنکھیں لال کرنا۔ یا کہاوتوں میں کہاں راجا بھوج، کہاں گنگو تیلی، ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا، نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی، لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا، دو ملاؤں میں مرغی حرام، ملا کی دوڑ مسجد تک، یہ منہ اور مسور کی دال، آنکھوں کے اندھے نام نین سکھ، چور کی داڑھی میں تنکا، میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی وغیرہ سیکڑوں محاورے اور کہاوتیں ایسی ہیں جو کہ مخصوص سماجی اور لسانی ماحول کی پیداوار ہیں اور ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں طور پر بولی، سمجھی اور استعمال کی جاتی ہیں۔ مخصوص سماجی محرکات کے سبب اردو زبان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے عربی، فارسی الفاظ کو مقامی زبان یا ہندی زبان کے لفظوں کے ساتھ ملا کر سیکڑوں مرکب الفاظ وضع کیے ہیں۔ مثلاً عجائب گھر، ڈاک خانہ، لب سڑک، دل لگی، گھڑی ساز، چوہادان، امام باڑہ، کبوتر بازی، عید ملن، روزی روٹی وغیرہ بے شمار مرکب الفاظ مخصوص سماجی حالات ومحرکات کے تحت وجود میں آئے اور روانی کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ زبانیں جس مخصوص جغرافیائی حالات اور سماجی پس منظر اور محرکات میں پیدا ہوتی ہیں ان کی ساخت اور ان کا مزاج بھی اسی طرح بن جاتا ہے۔

اردو نے جن مخصوص سیاسی، سماجی، لسانی اور جغرافیائی حالات میں جنم لیا اور پروان چڑھی وہی مخصوص حالات ومحرکات اس کی رگ وپے میں دوڑتے نظر آتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی بڑی زبان مخصوص سیاسی، سماجی حالات کے بغیر نہ تو پیدا ہوسکتی ہے اور نہ ہی ارتقا کے منازل طے کرسکتی ہے۔

اردو زبان اسی نوع کے مخصوص تہذیبی حالات اور سماجی محرکات کا نتیجہ ہے۔ اردو نے مقامی اور غیر مقامی عناصر سے جس طرح اثرات قبول کیے اور ان کے درمیان جس طرح کا اعتدال اور توازن قائم کیا اس کی مثال ملنا ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہے۔

2.5 آپ نے کیا سیکھا

- اردو خالص ہندوستانی زبان ہے۔ یہ کسی خاص مذہب، فرقے یا علاقے کی زبان نہیں ہے
- یہ پورے ملک اور بعض بیرونی ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے
- اردو زبان کی تشکیل وتعمیر نیز آغاز وارتقا میں سبھی مذاہب اور مختلف بولیوں اور زبانوں نے اہم کردار ادا کیا ہے
- لسانی اعتبار سے اردو زبان کا تعلق اس ہند یورپی خاندان سے ہے، ہند آریائی جس کی ایک شاخ ہے
- اردو اور ہندی کا اصل ماخذ ومنبع وہ کھڑی بولی ہے جس کا سلسلہ ویدیک سنسکرت سے ملتا ہے

- اردو ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور متحدہ کلچر کی ترجمانی کرتی ہے

2.6 اپنا امتحان خود لیجیے

1- 'اردو' کس زبان کا لفظ ہے؟

2- اردو زبان کس لسانی خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟

3- اردو زبان کا اصل ماخذ کیا ہے؟

4- اردو کے ابتدائی نام کیا تھے؟

5- شمالی ہند میں پیدا ہونے والی اردو زبان دکن کیسے پہنچی؟

6- اردو اور ہندی کے قواعدی نظام اور ذخیرۂ الفاظ نیز محاورات کی لسانی خصوصیات کیا ہیں؟

7- وہ سماجی عوامل اور محرکات کیا ہیں جن کے سبب اردو زبان کا وجود عمل میں آیا؟

8- شمالی ہند میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز کب ہوا تھا؟

9- اردو زبان کے آغاز و ارتقا میں کن لوگوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے؟

10- اردو زبان کس مخصوص تہذیب و تمدن کی ترجمانی کرتی ہے؟

2.7 سوالات کے جوابات

جواب 1: اردو ترکی زبان کا لفظ ہے۔

جواب 2: اردو زبان ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

جواب 3: اردو کی تشکیل و تعمیر میں کئی زبانوں اور مقامی بولیوں نے اہم کردار ادا کیا ہے لیکن اس کا اصل ماخذ کھڑی بولی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

جواب 4: 'ہندی'، 'ہندوی'، 'دہلوی'، 'ہندوستانی'، 'ریختہ'، 'اردوئے معلّٰی' اردو کے ابتدائی نام تھے۔

جواب 5: علاء الدین خلجی اور محمد تغلق نے جب سرزمین دکن کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو ان کے ساتھ مختلف پیشوں اور عہدوں سے وابستہ افراد کے ساتھ علما اور ادبا بھی دکن میں آباد ہو گئے۔ اس طرح شمالی ہند کی مقامی زبان دکن پہنچی جس نے دکنی زبان کی آمیزش سے ایک نئی توانائی حاصل کر کے باقاعدہ طور پر علمی و ادبی حیثیت اختیار کر لی۔

جواب 6: اردو اور ہندی دونوں کا لسانی ماخذ یکساں ہے۔ دونوں زبانیں ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھنے کے سبب آپس میں بہنیں سمجھی جاتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ

اردو اور ہندی کا قواعدی نظام Syntax یکساں ہے اور 60 فیصد سے زیادہ الفاظ یکساں طور پر یا مشترک طور پر دونوں زبانوں میں بولے اور استعمال کئے جاتے ہیں۔

اس طرح ہندی اور اردو کے بے شمار الفاظ کا ذخیرہ نہ صرف یکساں اور مشترک ہے بلکہ دونوں کے کئی محاورات اور کہاوتوں میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے یا وہ بھی یکساں طور پر بولے اور استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی لیے لسانی اعتبار سے یہ دونوں زبانیں ہماری اس مشترکہ تہذیب اور قدیم ثقافتی خصوصیات کی ترجمانی کرتی ہیں جسے ہم گنگا جمنی یا 'ہندوستانی تہذیب' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جواب 7: آریاؤں، دراوڑوں، مسلمانوں کے باہمی میل جول، سماجی تعلقات اور صدیوں تک ایک ساتھ مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کی تہذیبی، ثقافتی، سماجی محرکات اور لسانی خصوصیات سے متاثر ہونے کے سبب جونئ زبان معرض وجود میں آئی وہ اردو کہلائی۔

اردو ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور مشترکہ کلچر کی ترجمان ہے۔ یہ صدیوں کے تہذیبی، سماجی اور لسانی سفر کے ارتقا کا نتیجہ ہے۔ اردو محض بول چال کی زبان ہی نہیں بلکہ مقبول عام وخاص ادبی زبان بھی ہے۔ یہ عوامی رابطے کی زبان کے ساتھ ساتھ ادبی زبان کا فریضہ بھی بہ طریقہ احسن انجام دے رہی ہے۔

اردو زبان مختلف بولیوں اور زبانوں سے مل کر بنی ہے۔ اس کی تشکیل وتعمیر میں سبھی مذاہب کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اردو زبان وادب میں مختلف مذاہب کے ساتھ ساتھ ہندوستانی تہذیب ومعاشرت کی ترجمانی بھی موثر انداز میں ہوتی ہے۔ اردو کا اپنا مخصوص علاقہ یا صوبہ نہیں ہے لیکن یہ نہ صرف پورے ہندوستانی بلکہ بیرون ہند کی نئ بستیوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس کی شیرینی اور حلاوت سبھی کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے۔

جواب 8: شمالی ہند میں ابتداً فارسی زبان میں شاعری کا چلن تھا۔ اردو شعر وادب کا باقاعدہ آغاز دکن میں ہوا اور ولی دکنی کی دلی آمد کے بعد شمالی ہند میں اردو زبان میں باقاعدہ طور پر شعر وشاعری کا آغاز ہوا۔

جواب 9: اردو زبان کی تشکیل وتعمیر اور آغاز وارتقا میں ہندوستان کے سبھی مذاہب کے لوگوں، حکمرانوں، صوفی سنتوں اور بالخصوص یہاں کے عوام نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اردو کی تشکیل وتعمیر میں مختلف مقامی بولیوں اور اہم زبانوں کا حصہ ہے۔ یہ ایک مخلوط مقبول جدید ہندوستانی زبان ہے۔

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

جواب10: اردو کے خمیر میں مشترکہ ہندوستانی کلچر کی آمیزش ہے۔ ہندوستان ایک کثیراللسان ملک ہے۔ اردو زبان نے کئی ہندوستانی بولیوں اور زبانوں کے اثرات قبول کیے ہیں۔ یہ ہماری صدیوں کی تہذیبی وراثت کی امین اور گنگا جمنی تہذیب کی ترجمان ہے۔

2.8 فرہنگ

لفظ	معنی
تصادم	ٹکراؤ
روگردانی	بے توجہی، منہ موڑنا
شیریں	میٹھی
حیوان ناطق	بولنے والا جانور/انسان
وسیلہ	ذریعہ
مخلوط	ملی جلی
ماخذ	لیا ہوا، لینا، اخذ کرنا، اصل
محرکات	اسباب، عوامل
اسیر	گرفتار
ذخیرہ	خزانہ، ڈھیر
نطق	بولنے کی صلاحیت
اشیا	شے کی جمع، چیزیں
رابطہ	تعلق، رشتہ
امیران	امیر کی جمع، سردار، سربراہ
ہمراہ	ساتھ
خودمختار	آزاد، جس پر اپنا مکمل اختیار ہو
بلند پایہ	اعلیٰ درجے کے
نقوش	نقش کی جمع
انمول	قیمتی
کثیراللسان	زیادہ زبانوں والا
انکر	کونپل
مساوات	برابری
ملفوظات	اقوال، بیانات، وعظ
یکساں	ایک جیسی، برابر

لفظ	معنی
اشتراک	شرکت، شمولیت
مشترک	ملی جلی
وضع	طرز، انداز
ضرب الامثال	کہاوت
مصطلحات	اصطلاح کی جمع
منتقل	تبدیل
وجہ تسمیہ	اصل سبب
بیّن ثبوت	پختہ، کھلا ثبوت
ساخت	شکل وصورت، ہیئت

2.9 کتب برائے مطالعہ

تاریخ ادب اردو حصہ اول ودوم	ڈاکٹر جمیل جالبی	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1984
مقدمہ تاریخ اردو زبان	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1999
اردو ادب کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر انور سدید	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1991
داستان تاریخ اردو	حامد حسن قادری	اے بی سی آفسیٹ پرنٹرز، حوض قاضی، دہلی، 2007
اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیہ کا کام	مولوی عبدالحق	انجمن ترقی اردو (ہند)، جمال پرنٹنگ پریس، 1982
اے ہسٹری آف اردو لٹریچر	ڈاکٹر محمد صادق	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1984
مختصر تاریخ ادب اردو	ڈاکٹر اعجاز حسین	ادارہ فروغ اردو، امین آباد پارک لکھنو، 1965

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

اکائی 3 اردو کے ماخذ سے متعلق مختلف نظریات

ساخت :

3.1 اغراض ومقاصد

3.2 تمہید

3.3 اردو کے ماخذ اور ابتدا سے متعلق مختلف نظریات

3.3.1 محی الدین قادری زور کا نظریہ

3.3.2 حافظ محمود شیرانی کا نظریہ

3.3.3 سنیتی کمار چٹرجی کا نظریہ

3.3.4 مسعود حسین خاں کا نظریہ

3.3.5 شوکت سبزواری کا نظریہ

3.3.6 سہیل بخاری کا نظریہ

3.3.7 گیان چند جین کا نظریہ

3.4 آپ نے کیا سیکھا

3.5 اپنا امتحان خود لیجیے

3.6 سوالات کے جوابات

3.7 فرہنگ

3.8 کتب برائے مطالعہ

3.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی کا مقصد آپ کو

- اردو کے ماخذ سے متعلق مختلف نظریوں سے واقف کرانا ہے
- اس کے علاوہ نظریات میں اختلافات کی وجوہات سے آگاہ کرانا ہے
- ماہرینِ زبان کی اکثریت کا جھکاؤ کس نظریے کی طرف زیادہ ہے اور کیوں ہے اس کی جانکاری دینا ہے
- اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا میں اہم کردار ادا کرنے والی کھڑی بولی کی اہمیت کی جانکاری ملے گی

3.2 تمہید

ماہرینِ زبان اپنے اپنے طور پر اردو کا ماخذ، برج بھاشا، کھڑی بولی، ہریانی، پنجابی ، دکنی، گجراتی، سندھی اور گوجری زبانوں اور بولیوں کو قرار دیتے ہیں۔ دراصل یہ اختلافات اردو اور

دوسری زبانوں کے درمیان پائی جانے والی مشابہت ومماثلت کی وجہ سے پیدا ہوئے۔اس بات سے ہر کوئی اتفاق کرتا ہے کہ باہر سے آنے والی قوموں اور مقامی لوگوں کے معاشرتی اور سیاسی میل جول سے اردو زبان وجود میں آئی۔امیر خسرو نے سب سے پہلے دوآبے کی شورسینی اپ بھرنش میں باقاعدہ لکھا۔کبیر، گرونانک اور نامدیو کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے مشترکہ اثرات والی اس نومولود زبان میں بہت کچھ لکھا۔مغربی ایشیا، ایران اور برِ صغیر کے درمیان تجارتی لین دین اور معاشرتی میل جول سے پیدا ہونے والی مشترکہ تہذیب نے ایک مخلوط زبان کو جنم دیا جو ہندی، ہندوی، دہلوی، گجری، دکنی، ریختہ، اردوئے معلیٰ اور بعد میں اردو کہلائی۔

3.3 اردو کے ماخذ اور ابتدا سے متعلق مختلف نظریات

اردو زبان کے ماخذ اور اس کی ابتدا سے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے اردو زبان و ادب کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے ماہرین کی اکثریت نے کسی نہ کسی شکل میں اس موضوع پر اظہارِ خیال ضرور کیا ہے۔قابلِ ذکر ناموں میں تاریخی اعتبار سے میر امّن دہلوی کا نام سرِ فہرست ہے۔انھوں نے برسبیلِ تذکرہ اردو کی ابتداء عہدِ اکبر سے منسوب کی ہے۔ان کی نظر میں اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کا نتیجہ ہے۔دوسرا نام سر سید احمد خاں کا ہے انھوں نے ''آثار الصنادید'' میں اردو کی ابتدا عہدِ شاہجہاں اور شاہ جہاں آباد سے بتائی ہے۔ان کے نظریے کی بنیاد محض قیاس پر ہے۔وہ اردو کو مخلوط زبان بھی کہتے ہیں۔محمد حُسین آزاد اپنی کتاب ''آبِ حیات'' میں لسانی استدلال اور تاریخی شواہد کی بنیاد پر اردو کو برج بھاشا سے ماخوذ بتاتے ہیں۔اور اسے مسلمانوں و ہندوؤں کے نسلی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی اختلاط کا نتیجہ بتایا۔

تلاش وجستجو کے ساتھ تاریخی ولسانی شواہد کی بنیادوں پر بیسویں صدی کے نصف اوّل میں جو نظریات ابھر کر سامنے آئے ان میں صحیح نتائج پر پہنچنے کی کوشش ہے۔جن لوگوں نے ضمنی طور پر اپنی کتابوں میں اس موضوع سے بحث کی ہے ان میں انشاء اللہ خاں انشا، شیر علی خاں سرخوش، میر امن دہلوی، امام بخش صہبائی، محمد حسین آزاد، مولوی عبدالحق، نصیر الدین ہاشمی، سید سلیمان ندوی، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اور عبدالقادر سروری کے نام خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔انشاء اللہ خاں انشاء دریائے لطافت میں لکھتے ہیں کہ'' اردو کے اجزائے ترکیبی: اردو زبان کئی زبانوں سے مل کر بنی ہے جیسے عربی، ترکی، پنجابی، پوربی اور برج وغیرہ''۔شیر علی خاں سرخوش ''تذکرہ اعجازِ سخن'' میں اردو کی پیدائش پنجاب میں غزنوی کے دورِ حکومت میں بتاتے ہیں۔ان کی نظر میں اردو اور پنجابی سگی بہنیں ہیں جن کی ماں وہ مخلوط زبان ہے جو ترکی، فارسی اور عربی کے ساتھ پنجاب کی پراکرت یعنی مقامی زبان کے اختلاط سے پیدا ہوئی۔میر امّن دہلوی باغ و بہار کے دیباچے میں لکھتے ہیں'' حقیقت اردو زبان کی بزرگوں کے منہ سے یوں سنی ہے کہ جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تب چاروں طرف کے ملکوں سے

قوم قدردانی اور فیض رسانی اِس خاندان لاثانی کی سُن کر حضور میں آکر جمع ہوئے لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جُدی جُدی تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سلف، سوال جواب کرتے ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی''۔ امام بخش صہبائی رسالہ قواعد اردو میں لکھتے ہیں کہ ''شاہ جہاں آباد میں فارسی اور ہندی کے خلا ملا سے جو بولی مروج ہوئی اس کا نام اردو ٹھہرا''۔ محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ: ''اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے''۔ مولوی عبدالحق 'اردو کی ابتدائی نشونما میں صوفیائے کرام کا کام' میں لکھتے ہیں کہ ''بزرگانِ دین نے اہلِ ملک سے ارتباط اور میل جول بڑھانے اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ اسی نظر سے انہوں نے ان کی اور اپنی زبانوں کو ملانا شروع کیا۔ اس میل جول اور ارتباط سے خود بخود ایک نئی زبان بنی جو نہ ہندی تھی اور نہ فارسی بلکہ ایک نئی مخلوط زبان تھی جسے اب ہم اردو یا ہندستانی کہتے ہیں''۔ نصیر الدین ہاشمی اردو کا مولد 'دکن' کو قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عرب تاجر صدیوں سے (مالابار) مغربی ساحل پر تجارت کی غرض آتے جاتے رہے۔ ان عرب تاجروں نے یہاں کے مقامی لوگوں کو اپنی زبان کے بعض الفاظ دیے اور بعد میں خلجیوں اور مغلوں کی معاونت سے اردو زبان کا آغاز ہوا۔ مقامی ہندو باشندوں کے اختلاط سے ایک نئی زبان کا خمیر تیار ہوا اور جب بہمنی، قطب شاہی اور عادل شاہی سلاطین نے اس کی سرپرستی کی تو اس کی ادبی شکل ابھر کر سامنے آنے لگی''۔ سید سلیمان ندوی ''نقوشِ سلیمانی'' میں اردو زبان کے آغاز سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مسلمان سب سے پہلے سندھ پہنچتے ہیں۔ اس لیے قرینِ قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولا اسی وادیٔ سندھ میں تیار ہوا ہوگا'' ایک اور جگہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ ''مسلمان پنجاب سے پہلے سندھ میں آئے اور فتح پنجاب سے کافی عرصہ پہلے انھوں نے اس زمین میں توطن اختیار کیا لہذا ایک نئی زبان کی داغ بیل اگر پڑی تو وہ یقیناً سندھ میں پڑی''۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی نظر میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی اور بعد میں دہلی و دیگر علاقوں میں پروان چڑھی۔ ان کے خیال میں یہ ایک مخلوط زبان ہے جو شمال مغرب سے ہندوستان میں داخل ہونے والے مسلمانوں کی عربی، فارسی اور ترکی اور مقامی غیر مسلموں اور نو مسلموں کی زبانوں کے ساتھ لسانی اختلاط کا نتیجہ ہے۔ اس کا اہم مرکز لاہور تھا جو بعد میں دہلی منتقل ہوا۔ عبدالقادر سروری ''زبان اور علمِ زبان'' میں ملتان یعنی سندھ اور پنجاب کی سرزمین کو اردو کا وطن قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اردو عربوں، ترکوں اور ایرانیوں کے اہلِ پنجاب اور اہلِ سندھ کے ساتھ لسانی اختلاط کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ایک مخلوط زبان ہے۔

اس موضوع پر کچھ یوروپین مستشرقین نے بھی اس مسئلے پر قلم اٹھایا جن میں ژول بلاک، سر جارج گریرسن، ہارنلے اور جان بیمز بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔ ژول بلاک کا ماننا ہے کہ اردو کا سرچشمہ وہ زبان ہے جو پنجابی اور برج دونوں کی ماں تھی۔ گریرسن بھی پنجابی اور اردو کے ماں بیٹی کے رشتے کے حامی ہیں۔

اردو کے ماخذ اور ارتقاء کے سلسلے میں سبزواری، محی الدین قادری زور، حافظ محمود شیرانی، سنیتی کمار چٹر جی، مسعود حسین خاں، شوکت سبزواری، سہیل بخاری اور گیان چند جین ایسے معتبر نام ہیں جنھوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتابیں لکھیں اور ان کے نظریات کی بڑی اہمیت ہے۔

3.3.1 محی الدین قادری زور کا نظریہ

محی الدین قادری زور نے اردو زبان کے آغاز کے سلسلے میں اپنا نظریہ ''ہندوستانی لسانیات'' میں پیش کیا ہے۔ ان کے مطابق اردو اس زبان سے ترقی پا کر بنی ہے جو پنجاب میں بارہویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔ اردو زبان کی بنیاد مسلمانوں کے فتح دہلی 1193ء سے بہت پہلے پڑ چکی تھی۔ البتہ اس کی پہچان تب قائم ہوئی جب مسلمانوں نے دہلی کو پایہ تخت بنایا۔ زور کا خیال ہے کہ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں موجودہ شمال مغربی سرحدی صوبے سے الٰہ آباد تک ایک ہی زبان رائج تھی۔ بارہویں صدی کے بعد پنجاب میں بولی جانے والی زبان ''پنجابی'' کے طور پر اور دلّی کے اطراف کی بولی ''کھڑی بولی'' کے طور پر اپنی پہچان بناتی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو خیال پیش کیا ہے وہ انھیں کے لفظوں میں اس طرح ہے:

''اردو کا سنگِ بنیاد دراصل مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے اس وقت تک ایک مستقل زبان کی حیثیت نہیں حاصل کی تھی، جب تک کہ مسلمانوں نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت نہ بنا لیا۔ اردو اس زبان سے مشتق ہے جو بالعموم نئے ہند آریائی دور میں اس حصۂ ملک میں بولی جاتی تھی جس کے ایک طرف عہدِ حاضر کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے اور دوسری طرف الٰہ آباد۔ اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اردو اس زبان پر مبنی ہے جو پنجاب میں بارہویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔''

محی الدین قادری زور نے اردو کے آغاز کا کوئی واضح نظریہ قائم نہیں کیا ہے۔ ان کے مذکورہ بیان سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اردو کی بنیاد فتح دہلی سے پہلے پنجاب کے علاقے میں پڑی۔ پایۂ تخت دہلی منتقل ہونے پر یہ زبان خام حالت میں دہلی پہنچی اور وہاں اس کی شناخت قائم ہوئی۔ مذکورہ بیان کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے مطابق اردو کی جڑیں پنجابی کی قدیم ترین شکل میں پیوست ہیں، جب پنجابی خام حالت میں تھی۔ انھوں نے واضح طور پر یہ نہیں کہا ہے کہ اردو کی اصل پنجابی ہے بلکہ اردو کا ماخذ اس زبان کو قرار دیا ہے جو جدید پنجابی اور کھڑی بولی کا مشترک ماخذ تھی لیکن وہ زبان کیسی تھی اس کی کوئی تفصیل انھوں نے پیش نہیں کی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور

دوآبہ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق تھا۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اتنے بڑے علاقے میں ایک ہی زبان کیوں کر بولی جاسکتی ہے۔ علاقائی فرق کا ہونا تو زبان کی فطرت اور علم لسانیات کا مسلمہ اصول ہے۔ اس بیان کے لیے انھوں نے کوئی ٹھوس ثبوت بھی فراہم نہیں کیا۔ اگر سنسکرت،

پراکرت اور اپ بھرنش دور میں بھی اس بڑے علاقے میں مختلف سنسکرتیں، پراکرتیں اور اپ بھرنشیں رائج تھیں تو جدید ہند آریائی دور میں اس علاقے کی زبان ایک کیسے ہو سکتی تھی؟

3.3.2 حافظ محمود شیرانی کا نظریہ

حافظ محمود شیرانی نے 1928 میں اپنی تصنیف ''پنجاب میں اردو'' میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا۔ ''اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنی شروع ہوگئی تھی جس دن سے مسلمان نے ہندوستان میں آکر توطن اختیار کیا'' شیرانی کے مطابق اردو کا ہیولا پنجاب میں تیار ہوا ''غزنویوں کے عہد میں اردو پنجابی سے مختلف زبان نہ تھی۔ مسلمان اس زبان کو ساتھ لے کر دہلی گئے۔ وہاں برج کے اثر سے کچھ تبدیلیاں ہوئیں تو موجودہ اردو کا خاکہ تیار ہوا اور اس نے وہ شکل اختیار کی جو آج اسے پنجابی سے امتیاز بخشتی ہے''۔ حافظ محمود شیرانی اردو کے آغاز سے متعلق اپنے نظریے کی بنیاد تاریخی اور لسانی استدلال پر رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی۔ پنجابی اور اردو کے درمیان مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا مآخذ ایک ہے یعنی وہ مخلوط زبان غزنوی کے عہد میں عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے ساتھ پنجاب کی مقامی زبان کے اختلاط سے پیدا ہوئی۔ پنجاب ہی سے یہ زبان دہلی پہنچی۔ وہاں سے دکن اور دکن میں آلِ غزنہ کی حکومت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس عہد میں فارسی، ترکی بولنے والے مسلمان فاتحین کے ساتھ پنجاب کے مقامی باشندوں کا نسلی، معاشرتی اور لسانی اختلاط ہوا نتیجتاً ایک نئی اور مخلوط زبان پیدا ہوئی۔ یہ زبان غوریوں کے دورِ حکومت میں لاہور سے دہلی منتقل ہوئی۔ یہاں برج بھاشا اور دیگر زبانوں و بولیوں کے ساتھ مزید اختلاط کے نتیجے میں رفتہ رفتہ اردو کی شکل اختیار کر گئی۔ پنجاب کے کردار کے تجدید کے بعد کی صدیوں میں تغلق، لودی اور سید خاندانوں کے ذریعے جاری رہی جو پنجاب سے دہلی پہنچے تھے۔ ان کی افواج کا سب سے زیادہ تعلق پنجاب اور وہاں کے مقامی باشندوں سے تھا اس لیے انہوں نے دہلی کی زبان پر اپنے اثرات ضرور مرتب کئے ہوں گے۔ شیرانی اردو پنجابی کے درمیان پائی جانے والی لسانی مماثلتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصدر کا اصول دونوں زبانوں میں یکساں ہے۔ ان میں امر کے آخر میں علامت ''نا'' بڑھادی جاتی ہے۔ ''ا'' پر ختم ہونے والے اسماء مونث کی شکل میں ''ی'' پر ختم ہوتے ہیں۔ اگر اسم مذکر مصمتے پر ختم ہو تو مونث کے لیے دونوں زبانوں میں ''نی'' یا ''انی'' لاحقے جوڑ دیے جاتے ہیں۔ اگر مذکر اسم کا خاتمہ ''ی'' پر ہو تو مونث کے لیے ''ی'' کو ''ن'' میں بدل دیتے ہیں۔ اردو اور پنجابی میں اسمائے صفات، تذکیر کے مطابق لائی جاتی ہے۔ ماضی مطلق دونوں میں یکساں ہیں۔ ماضی قریب فعل امدادی کی تصریف سے بنائی جاتی ہے۔ ماضی بعید بھی توابع کی تصریف سے بنتی ہے۔ ماضی احتمالی اور مضارع بھی یکساں ہیں۔ مستقبل بھی دونوں کے یہاں یکساں ہیں۔ عربی و فارسی الفاظ کی ترکیب سے جس طرح اردو میں اکثر و بیشتر مصادر بنائے گئے ہیں۔ پنجابی میں بھی اس کا رواج ہے۔ ان لسانی دلائل کے علاوہ قدیم اردو اور دکنی سے بھی متعدد ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں جو دونوں زبانوں

کے درمیان مماثلت کی وضاحت کرتی ہیں۔

3.3.3 سنیتی کمار چٹر جی کا نظریہ

سنیتی کمار چٹر جی کے خیال سے مسلمانوں کی آمد سے جدید آریائی زبانوں کی رفتار میں تیزی آئی۔ لکھتے ہیں:

''اگر مسلمان شمالی ہندوستان میں نہ آتے تب بھی جدید ہند آریائی زبانوں کی پیدائش ہو جاتی لیکن ان کے ادبی آغاز وارتقا میں ضرور تاخیر ہو جاتی۔''

سنیتی کمار چٹر جی ''ہند آریائی اور ہندی'' (انگریزی سے ترجمہ: عتیق احمد صدیقی) میں اردو زبان سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ستر ہویں یا اٹھارہویں صدی عیسوی میں ''ہندوستانی'' زبان کی مسلم شکل میں اردو وجود میں آئی۔ مشرقی پنجاب اور گنگا جمنا کے دوآبے پر واقع مدھیہ پردیش کا علاقہ اردو کے اہل زبان کا علاقہ ہے۔ ان کے خیال میں پنجاب اور وسطی علاقے کو اردو کا ماخذ اور منبع قرار دیا جا سکتا ہے۔ ''ہندوستانی'' یا کھڑی بولی کی نشو نما گیارہ سو سے اٹھارہ سو تک کی سات صدیوں پر محیط ہے۔ ہندوستانی کا ارتقا شمالی ہندوستان اور دکنی ہند کی سیاسی، تاریخی، تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تحریک و تاریخ کے گرد بکھرا ہوا ہے۔ جب محمود غزنوی اور دیگر غیر ملکی مسلمان پنجاب میں فاتحین کی حیثیت سے آباد ہوئے اور مقامی غیر مسلموں سے ان کا نسلی، تہذیبی اور لسانی اختلاط ہوا تبھی نئی مخلوط زبان (ہندوستانی) نے جنم لیا۔ تقریباً دو سو سال کی پرورش کے بعد یہ زبان پنجاب سے دہلی آجاتی ہے اور یہاں سے محمد تغلق کے ساتھ دکن پہنچتی ہے۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سنیتی کمار چٹر جی ہندوستانی یا کھڑی بولی کی نشو نما کو اردو سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے ماہرین زبان نے اس سات سو سال کے لسانی عمل کو اردو کے ارتقاء کی تاریخ کا اہم حصہ قرار دیا ہے۔

3.3.4 مسعود حسین خاں کا نظریہ

مسعود حسین خاں 1948ء میں ''مقدمہ تاریخ زبان اردو'' میں اردو کی ابتداء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اردو زبان شورسینی اپ بھرنش کی بولیوں میں سے ایک کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ بولیاں مغربی ہندی کہلاتی ہیں۔ جس کی دو شاخیں ہیں:

(الف) ''او'' پر ختم ہونے والے اسماء صفات اور افعال رکھنے والی بولیاں جیسے برج، قنوجی اور بندیلی، اور

(ب) ''ا'' پر ختم ہونے والے اسماء صفات اور افعال رکھنے والی بولیاں جیسے کھڑی اور ہریانی۔

مغربی ہندی کی ان بولیوں میں سے اردو زبان ہریانی سے ماخوذ ہے کتاب کے نئے ایڈیشن

(1986ء) میں اپنے نظریے میں تبدیلی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اردو کی اساس کسی ایک زبان پر قائم نہیں ہے۔ انھوں نے اردو کا مولد نواح دہلی قرار دیا۔ نواح دہلی چار بولیوں کا سنگم ہے۔ ان چار بولیوں میں کھڑی بولی، ہریانی، میواتی اور برج بھاشا شامل ہے اور اردو پر مختلف ادوار میں ان چاروں بولیوں نے اثر ڈالا۔ ان میں سب سے قدیم ہریانی کا اثر ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے لکھا ہے:

''قدیم اردو کی تشکیل براہ راست ہریانی کے زیر اثر ہوئی ہے۔ اس پر رفتہ رفتہ کھڑی بولی کے اثرات پڑتے ہیں اور جب پندرہویں صدی میں آگرہ دارالسلطنت بن جاتا ہے اور کرشن بھگتی کی تحریک کے ساتھ برج بھاشا مقبول عام ہو جاتی ہے تو سلاطین دہلی کے عہد کی تشکیل شدہ زبان کی نوک پلک برجی محاورے کے ذریعے درست ہوتی ہے۔''

''راجپوتوں کی دلّی ہریانے کے علاقے میں تھی جس سے کھڑی بولی کی بہ نسبت میواتی زیادہ قریب تھی۔''

نواح دہلی کی بولیوں سے متعلق تحریری مواد کے لسانی مطالعے کی بنیاد پر مسعود حسین خاں نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ نواح دہلی کی یہ چاروں بولیاں اردو کا سرچشمہ ہیں اور شہر دلّی مولد ومنشا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے آگے چل کر اپنے ایک مضمون میں اردو کے کھڑی بولی سے ماخوذ ہونے کا نظریہ بھی پیش کیا مسعود حسین خاں علم لسانیات کے ماہر تھے۔ انھوں نے اردو کے پنجابی سے ماخوذ ہونے کے شیرانی کے نظریے کو لسانی تجزیے سے رد کیا ہے۔ اس کے باوجود خود انھوں نے اردو کی بنیاد کے سلسلے میں کسی ایک زبان کی نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ نواح دہلی کی چار بولیوں کو اردو کا منبع وسرچشمہ قرار دیا ہے۔ اس بحث میں انھوں نے ہریانی کو سرفہرست رکھا ہے جس پر محی الدین قادری زور نے کچھ اس طرح تنقید کی ہے:

''اس مقالے میں اگرچہ زیادہ تر پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا گیا ہے، لیکن جیولز بلاک کے مذکورہ بالا مضمون کو بنیاد قرار دے کر پوری کتاب میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ پنجابی سے توجہ ہٹا کر ہریانی کو آگے بڑھایا جائے۔''

لسانیات سے گہرے شغف اور قدیم لسانی مواد کے تجزیاتی وتقابلی مطالعے کے باوجود مسعود حسین خاں کا نظریہ اعتراضات کی زد میں رہا اور گیان چند نے ان کے نظریے پر یوں اعتراض کیا:
''ڈاکٹر مسعود حسین کا نظریہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا آغاز ہریانی، کھڑی بولی، میواتی اور برج کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ کیا اردو کے افعال کے کچھ روپ ہریانی سے، کچھ میواتی سے اور کچھ برج سے لیے گئے ہیں؟''

3.3.5 شوکت سبزواری کا نظریہ

شوکت سبزواری اردو کے آغاز و ارتقا سے بحث کرتے ہوئے پراکرت دور تک پہنچتے ہیں۔ پہلے انھوں نے اپنی کتاب ''اردو زبان کا ارتقا'' میں اردو کا رشتہ پالی سے جوڑا تھا بعد میں اپنی دوسری کتاب ''داستان زبان اردو'' میں انھوں نے اردو کو کھڑی بولی پر مبنی قرار دیا۔ کھڑی بولی کو انھوں نے ہندوستانی کا نام بھی دیا۔ یہ ہندوستانی یا کھڑی بولی دہلی اور میرٹھ کے نواح میں بولی جاتی تھی۔ جیسا کہ انھوں نے لکھا ہے:

''اردو ہندوستانی سے ترقی پا کر بنی جو دہلی، میرٹھ اور اس کے نواح میں بولی جاتی تھی۔ جب مسلمان فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوئے تو ہندوستانی دہلی کے بازاروں میں بول چال کی حیثیت سے رائج تھی۔ امیر خسرو، ابوالفضل، شیخ بہاء الدین باجن نے اسے دہلوی کہا۔ ہندو اہل علم عام طور سے برج، قنوجی، بندیلی وغیرہ بولیوں سے امتیاز کے لیے، جو اس وقت پڑی کہلاتی تھی کھڑی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جب یہ زبان ترقی پا کر آگے بڑھی، مسلمانوں کی سرپرستی میں پروان چڑھی، ملک کے گوشے گوشے میں پہنچی، گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تو ہندوستانی کہلائی۔ زبان بنیادی طور پر وہی رہی جو آج ہے۔ اس کے نام ایک سے زیادہ تجویز ہوئے۔''

شوکت سبزواری نے اردو کے آغاز و ارتقا کی بحث میں زبان کی صرفی ونحوی ساخت پر خاص زور دیا ہے اور اس خیال کو یکسر رد کیا ہے کہ دو یا کئی زبانوں کے میل سے ایک نئی زبان وجود میں آتی ہے۔ ہر نئی زبان کسی ایک زبان پر قائم ہوتی ہے جس کی شناخت اس کے صرفی ونحوی ڈھانچے سے کی جا سکتی ہے۔ اردو کا صرفی ونحوی ڈھانچہ کھڑی بولی کا ہے اور اردو کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

شوکت سبزواری نے اردو کا رشتہ کھڑی بولی سے قائم کیا ہے لیکن اس سے آگے کے مرحلے میں وہ شورسینی اپ بھرنش کو درمیان میں نہیں لاتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اردو یا ہندوستانی کا رشتہ اس اپ بھرنش سے ہے جو گیارہویں صدی عیسوی میں مدھیہ دیش میں رائج تھی اور جو بول چال کی اپ بھرنش تھی۔ اسی لیے وہ ''مغربی ہندی'' کے تصور کو رد کرتے ہوئے اسے فرضی اور خیالی قرار دیتے ہیں۔

اردو زبان کی ابتدا و ارتقا کے سلسلے میں شوکت سبزواری نے تفصیل کے ساتھ مدلل بحث کی ہے۔ انہوں نے دوسرے ماہرین کے نظریات پر بھی گفتگو کی ہے اور لسانیاتی اصولوں کی روشنی میں تجزیہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے اردو کے کھڑی بولی پر قائم ہونے کے نظریے کو استدلال اور استحکام بخشا۔ آگے چل کر یہ نظریہ مقبول عام ہوا۔ شوکت سبزواری کے نظریے پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کہیں وہ اردو، ہندوستانی اور کھڑی بولی کو ایک مانتے ہیں تو کہیں اردو کو ہندوستانی یا کھڑی بولی کی ادبی شکل کہتے ہیں۔ اردو کا ارتقا براہ راست کھڑی بولی سے بھی دکھاتے ہیں اور بول چال کی اپ بھرنش سے بھی۔ اسی طرح کبھی وہ قدیم مغربی ہندی کو اردو کا ماخذ قرار

دیتے ہیں تو کبھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بعض بیانات مبہم اور وضاحت طلب ہیں۔ ان کی بعض باتوں میں تضاد نظر آتا ہے۔ اردو اور شورسینی اپ بھرنش کے رشتوں پر انھوں نے جو مدلل گفتگو کی ہے اس میں وزن ہے لیکن جس بول چال کی اپ بھرنش سے اردو کے رشتے ہموار کیے ہیں وہ قیاس پر مبنی ہے اور اس کے لیے انھوں نے کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔

3.3.6 سہیل بخاری کا نظریہ

سہیل بخاری لکھتے ہیں ''دراصل اردو اور ہندی ایک ہی زبان کے دو روپ ہیں جسے ماہرین علم زبان نے کھڑی بولی کا نام دیا ہے۔ ان کے موجودہ روپوں میں دو فرق واضح ہیں ایک لپی اور دوسری دخیل لفظ۔ ہندی دیوناگری میں لکھی جاتی ہے اس لیے اس میں سنسکرت الفاظ کی بھرمار ہوگئی ہے اور اردو نے ایرانی لپی میں تحریر ہونے کے باعث بے شمار عربی، فارسی الفاظ مستعار لے لیے ہیں لیکن علم زبان کے لحاظ سے دونوں کے یہ اختلافات قابلِ التفات نہیں کیوں کہ ان سے زبان کی بنیادی خصوصیات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس نقطۂ نظر سے ہندی اور اردو کی تاریخ ایک ہی ہے خاص کر کھڑی بولی کی قدیم تاریخ اردو زبان کا بھی ایسا ہی اہم حصہ ہے جیسا ہندی زبان کا اور اس کے قدیم ادب میں سنسکرت یا دوسری معاصر بولیوں کے مستعار الفاظ کی موجودگی کے باوجود اسے اردو کے قدیم مانے بغیر چارہ نہیں'' سہیل بخاری نے اردو کی اصل کھڑی بولی کو قرار دیا ہے۔ وہ اردو اور ہندی کو کھڑی بولی کے دو روپ مانتے ہیں۔ دونوں میں فرق رسم الخط اور دخیل الفاظ کا ہے لیکن صرفی ونحوی ڈھانچہ ایک ہے۔ انھوں نے اپنا یہ نظریہ ''اردو کا قدیم ترین ادب'' کے عنوان سے ایک مضمون میں پیش کیا تھا۔ آگے چل کر اپنی کتاب ''اردو کے روپ'' میں انھوں نے ایک الگ نظریہ پیش کیا جسے ماہرین لسانیات نے یکسر رد کر دیا۔ ان کے نئے نظریے کے مطابق اردو ہند آریائی نہیں بلکہ دراوڑی خاندان کی زبان ہے اور اس کی جائے پیدائش پنجاب، سندھ، دلّی یا دکن نہیں بلکہ اڑیسہ کی سرزمین ہے۔

3.3.7 گیان چند جین کا نظریہ

گیان چند نے اردو کی اصل کھڑی بولی کو قرار دیا ہے۔ انھوں نے اردو کے پنجابی، ہریانی، برج یا دکنی وغیرہ کے رشتوں سے متعلق نظریات کو لسانیاتی اصولوں کی روشنی میں رد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زبان کی آپسی مماثلتوں میں تمام مشترک الفاظ اہمیت نہیں رکھتے بلکہ بعض بنیادی الفاظ سے ہی زبانوں میں اختلاف واشتراک اور رشتوں کا تعین ہوتا ہے۔ انھوں نے ایسے بنیادی الفاظ کی ایک فہرست دی ہے جو حسب ذیل ہیں:

(1) بنیادی افعال : آجانا، جانا، کھانا، پینا، چلنا، بیٹھنا، سونا، مرنا، کرنا وغیرہ۔

(2) بنیادی تصریفی قواعد: یعنی فعل، اسم اور ضمیر کی تصریف کے لاحقے جن سے زمانہ، تذکیر و

تانیث اور واحد جمع کا اظہار ہوتا ہے۔ان کے علاوہ بنیادی الفاظ کے کچھ اور گروہ یہ ہیں۔

(3) بنیادی ضمائر: میں، ہم، تو، تم، آپ، وہ، کس، جس وغیرہ۔

(4) بنیادی اعداد: ایک، دو، تین، چار، دس، گیارہ، بارہ، بیس، تیس، سو وغیرہ۔

(5) بنیادی رشتے: ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹا، بیٹی، چاچا، ماموں وغیرہ۔

(6) بنیادی اعضائے جسم: آنکھ، ناک، کان، منھ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ۔

گیان چند نے ان بنیادی الفاظ کی بنیاد پر اردو، ہندی اور کھڑی بولی کو ایک قرار دیا ہے۔ان کے مطابق کھڑی بولی مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے لیکن کھڑی بولی اور شورسینی اپ بھرنش کے رشتوں پر انھوں نے قطعی رائے نہیں دی ہے اور اردو کے آغاز کے سلسلے میں یہ اصولی بات کہی ہے:

''اردو کے آغاز کو دو منزلوں میں ڈھونڈھنا چاہیے، اوّل کھڑی بولی کا آغاز، دوسرے کھڑی بولی میں عربی، فارسی لفظوں کا شمول، جس کا نام اردو ہو جاتا ہے۔ میر امن سے لے کر ڈاکٹر مسعود حسین خاں تک نے دوسری منزل کے بارے میں بات کہی ہے جب کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر سہیل بخاری نے پہلی منزل پر زور دیا ہے۔''

مذکورہ بالا مباحث سے اردو کے ماخذ، ابتدا و ارتقاء سے متعلق جو اہم اور دلچسپ باتیں سامنے آتی ہیں ان کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے کے رائے دہندگان میں شروعاتی زمانے میں زیادہ تر وہ حضرات شامل ہیں جو لسانیات کے اصولوں سے واقف نہیں تھے۔ انھوں نے تاریخی صورت حال اور قیاس کی بنیاد پر رائیں دی ہیں۔ ان میں ہندوستانی علما اور شاعر و ادیب بھی ہیں اور یوروپی مستشرقین بھی۔ ان لوگوں کی رائے میں اردو ایک مخلوط زبان ہے جس کا وجود باہر سے آنے والے مسلمانوں اور یہاں کے باشندوں کی زبانوں کے میل کا نتیجہ ہے۔اس اصول کی بنیاد پر محمد حسین آزاد اور ان کے بہت سے ہم نواؤں نے اردو کو برج بھاشا سے ماخوذ قرار دیا۔ان کے اتباع میں سید سلیمان ندوی نے اردو کا رشتہ سندھی سے استوار کیا، نصیر الدین ہاشمی نے دکنی سے اور محمود شیرانی نے پنجابی سے۔ یہ اور بات ہے کہ محمود شیرانی نے اردو کو پنجابی سے متعلق کرنے کے سلسلے میں کافی لسانی شواہد فراہم کیے۔

اردو کے آغاز و ارتقا سے بحث کرنے والے کچھ ماہرین لسانیات بھی ہیں جنھوں نے اردو کے قدیم مواد کے لسانی تجزیوں کی بنیاد پر اپنے نظریات پیش کیے۔ان کے درمیان بھی اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔اس سلسلے کا پہلا اہم نام محی الدین قادری زور کا ہے۔ انھوں نے اردو کی بنیاد سرزمین پنجاب میں پڑنے اور دہلی میں اس کے نشوونما ہونے کا نظریہ پیش کیا۔ زور نے اردو کا ماخذ اس زبان کو قرار دیا جو پنجاب میں بارہویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی اور اس کا علاقہ موجودہ شمال مغربی سرحدی صوبے سے الٰہ آباد تک پھیلا ہوا تھا۔ دیکھا جائے تو زور نے معمولی تبدیلی اور

لسانی دلائل کے ساتھ شیرانی کے نظریۂ پنجاب کو ہی آگے بڑھایا۔

مسعود حسین خاں نے اردو کے پنجابی سے مشتق ہونے کے نظریے کو قدیم اردو کے لسانی تجزیے اور تقابلی مطالعے کی بنیاد پر رد کیا۔ خاں صاحب کے مطابق قدیم اردو کی تشکیل براہ راست ہریانی کے زیر اثر ہوئی، ساتھ ہی اردو پر نواح دہلی کی دیگر بولیوں یعنی کھڑی، میواتی اور برج کے اثرات ہونے کی بات کہی۔ انھوں نے اردو کی بنیاد کسی ایک زبان پر ہونے کا واضح نظریہ پیش نہیں کیا۔

شوکت سبزواری اردو کی بنیاد کی تلاش میں پراکرت دور تک پہنچے اور اردو پر پالی کے اثرات کی نشان دہی کی۔ آگے چل کر انھوں نے اردو کی اصل کھڑی بولی کو قرار دیا۔ ان کے نظریے کی بنیاد اردو اور کھڑی بولی کی قواعد یکسانیت پر قائم ہے۔ انھوں نے اردو کو شورسینی اپ بھرنش کی شاخ ماننے سے انکار کیا اور گریرسن کے مغربی ہندی کے تصور کو بھی رد کیا۔

شوکت سبزواری کی تائید میں سہیل بخاری نے بھی اردو کو کھڑی بولی کا روپ قرار دیا تھا لیکن بعد میں انھوں نے اردو کو غیر آریائی زبان کہہ کر اس کی جنم بھومی اڑیسہ ہونے کا جو نظریہ پیش کیا اسے ماہرین نے یکسر مسترد کر دیا۔

گیان چند بھی اردو کو کھڑی بولی سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا سے متعلق دیگر ماہرین کے نظریات سے بھی بحث کی ہے اور ان تمام نظریات کو رد کیا ہے جو اردو کو کھڑی بولی کے علاوہ کسی اور زبان سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ گیان چند نے اردو کے بعض بنیادی الفاظ اور قواعدی نظام کو بنیاد بنا کر کھڑی بولی اور اردو کی مماثلت کو ثابت کیا اور یہ بتایا کہ کسی زبان کے ماخذ کی تلاش اسی اصول پر کی جانی چاہیے۔

اردو کے برج بھاشا، پنجابی یا کسی اور زبان سے مشتق ہونے کے نظریات کو مسترد کرتے ہوئے بیشتر ماہرین نے کھڑی بولی کو اردو کی اصل قرار دیا ہے۔ بعض ماہرین نے کھڑی بولی کے تعلق سے کوئی واضح نظریہ قائم نہیں کیا ہے، تاہم وہ بھی اردو پر کھڑی بولی کے گہرے اثرات سے انکار نہیں کرتے ہیں۔ اس طرح اکثریت کی رائے اردو کے کھڑی بولی سے مشتق ہونے کے حق میں ہے جو نواح دہلی میں گیارہویں اور بارہویں صدی میں دیگر جدید ہند آریائی زبانوں کے ساتھ نمو پذیر ہوئی اور مسلم حکومت کے قیام کے بعد تیرہویں صدی میں اپنی الگ پہچان بنا سکی۔

3.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی سے آپ نے سیکھا

- اردو کے ماخذ سے متعلق کون کون سے نظریے ہیں
- اکثر ماہرین زبان کا کہنا ہے کہ اردو کا ماخذ کھڑی بولی ہے
- باہر سے آنے والی قوموں اور مقامی لوگوں کے باہمی اختلاط سے اردو کا جنم ہوا۔

- اردو مشترکہ تہذیب کی علامت ایک مخلوط زبان ہے۔

3.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ اردو کے ماخذ سے متعلق دو بڑے نظریے کون کون سے ہیں؟

2۔ اردو کو ایک مخلوط زبان کیوں کہا جاتا ہے؟

3۔ ''اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے''۔ یہ کس کا قول ہے؟

4۔ ''رابطے کی زبان کی ضرورت نے اردو کو جنم دیا'' کیا آپ اس قول سے متفق ہیں؟

5۔ ''جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولا اسی وادئ سندھ میں تیار ہوا ہوگا'' یہ کس کی رائے ہے؟

6۔ حافظ محمود شیرانی کے نظریے پر روشنی ڈالیے۔

7۔ گیان چند جین کے نقطۂ نظر کو واضح کیجیے۔

3.6 سوالات کے جوابات

1۔ اردو کھڑی بولی سے نکلی ہے، اردو پنجابی سے نکلی ہے۔

2۔ اردو مختلف زبانوں کے باہمی اختلاط سے پیدا ہوئی ہے اور اس میں عربی، فارسی، ترکی، ہندوستانی اور دوسری زبانوں کے لسانی تاثرات مرتب ہوئے ہیں اس لیے اس مخلوط زبان کہا جاتا ہے۔

3۔ محمد حُسین آزاد

4۔ مختلف قوموں کے باہمی اختلاط کے وقت ایک ایسی زبان کی ضرورت محسوس ہوئی جو ان کے درمیان Communicate کر سکے۔ اس لیے ان قوموں کی زبانوں کے اشتراک سے ایک مخلوط زبان نے جنم لیا اور یہی زبان ان کے درمیان ترسیل کا ذریعہ بنی اس لیے اردو کو مختلف قوموں کے درمیان رابطے کی زبان کہا جاتا ہے۔

5۔ سید سلیمان ندوی

6۔ حافظ محمود شیرانی نے 1928ء اپنی تصنیف ''پنجاب میں اردو'' میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا۔ ''اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنی شروع ہوگئی تھی جس دن سے مسلمان نے ہندوستان میں آکر توطن اختیار کیا'' شیرانی کے مطابق اردو کا ہیولا پنجاب میں تیار ہوا ''غزنویوں کے عہد اردو پنجابی سے مختلف زبان نہ تھی۔ مسلمان اس زبان کو ساتھ لے کر دہلی گئے۔ وہاں برج کے اثر سے کچھ تبدیلیاں ہوئیں تو موجودہ اردو کا خاکہ تیار ہوا اور

اس نے وہ شکل اختیار کی جو آج اسے پنجابی سے امتیاز بخشتی ہے''۔ حافظ محمود شیرانی اردو کے آغاز سے متعلق اپنے نظریے کی بنیاد تاریخی اور لسانی استدلال پر رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی۔ پنجابی اور اردو کے درمیان مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا ماخذ ایک ہے یعنی وہ مخلوط زبان غزنوی کے عہد میں عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے ساتھ پنجاب کی مقامی زبان کے اختلاط سے پیدا ہوئی۔ پنجاب ہی سے یہ زبان دہلی پہنچی۔ وہاں سے دکن اور دکن میں آلِ غزنہ کی حکومت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس عہد میں فارسی، ترکی بولنے والے مسلمان فاتحین کے ساتھ پنجاب کے مقامی باشندوں کا نسلی، معاشرتی اور لسانی اختلاط ہوا نتیجتاً ایک نئی اور مخلوط زبان پیدا ہوئی۔ یہ زبان غوریوں کے دورِ حکومت میں لاہور سے دہلی منتقل ہوئی۔ یہاں برج بھاشا اور دیگر زبانوں و بولیوں کے ساتھ مزید اختلاط کے نتیجے میں رفتہ رفتہ اردو کی شکل اختیار کر گئی۔ پنجاب کے کردار کے تجدید کے بعد کی صدیوں میں تعلق، لودی اور سید خاندانوں کے ذریعے جاری رہی جو پنجاب سے دہلی پہنچے تھے۔ ان کی افواج کا سب سے زیادہ تعلق پنجاب اور وہاں کے مقامی باشندوں سے تھا، اس لیے انہوں نے دہلی کی زبان پر اپنے اثرات ضرور مرتب کئے ہوں گے۔

7۔ گیان چند نے اردو کی اصل کھڑی بولی کو قرار دیا ہے۔ انھوں نے اردو کے پنجابی، ہریانی، برج یا دکنی وغیرہ کے رشتوں سے متعلق نظریات کو لسانیاتی اصولوں کی روشنی میں رد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زبان کی آپسی مماثلتوں میں تمام مشترک الفاظ اہمیت نہیں رکھتے بلکہ بعض بنیادی الفاظ سے ہی زبانوں میں اختلاف و اشتراک اور رشتوں کا تعین ہوتا ہے۔ انھوں نے ایسے بنیادی الفاظ کی ایک فہرست دی ہے جو حسب ذیل ہیں:

(i) بنیادی افعال : آجانا، جانا، کھانا، پینا، چلنا، بیٹھنا، سونا، مرنا، کرنا وغیرہ۔

(ii) بنیادی تصریفی قواعد : یعنی فعل، اسم اور ضمیر کی تصریف کے لاحقے جن سے زمانہ، تذکیر و تانیث اور واحد جمع کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بنیادی الفاظ کے کچھ اور گروہ یہ ہیں۔

(iii) بنیادی ضمائر : میں، ہم، تو، تم، آپ، وہ، کس، جس وغیرہ۔

(iv) بنیادی اعداد : ایک، دو، تین، چار...دس، گیارہ، بارہ....بیس، تیس، سو وغیرہ۔

(v) بنیادی رشتے : ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹا، بیٹی، چاچا، ماموں وغیرہ۔

(vi) بنیادی اعضائے جسم : آنکھ، ناک، کان، منھ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ۔

گیان چند نے ان بنیادی الفاظ کی بنیاد پر اردو، ہندی اور کھڑی بولی کو ایک قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق کھڑی بولی مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے، لیکن کھڑی بولی اور شورسینی اپ بھرنش کے رشتوں

پر انھوں نے قطعی رائے نہیں دی ہے اور اردو کے آغاز کے سلسلے میں یہ اصولی بات کہی ہے:

''اردو کے آغاز کو دو منزلوں میں ڈھونڈھنا چاہیے، اوّل کھڑی بولی کا آغاز، دوسرے کھڑی بولی میں عربی، فارسی لفظوں کا شمول، جس کا نام اردو ہو جاتا ہے۔ میر امن سے لے کر ڈاکٹر مسعود حسین خاں تک نے دوسری منزل کے بارے میں بات کہی ہے، جب کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر سہیل بخاری نے پہلی منزل پر زور دیا ہے۔''

3.7 فرہنگ

لفظ	معنی
ابتدا	شروعات
اتباع	پیروی، کسی کی راہ پر چلنا
اتصال	ملنا
احاطہ کرنا	دائرے میں لینا
اختلاط	میل جول
ارتقا	ترقی کرنا
استدلال	دلیل اور ثبوت پیش کرنا
اشتراک	شریک یا ساجھا ہونا
اعداد	عدد کی جمع، گنتیاں
اعضا	جسم کے حصے
افعال	فعل کی جمع، وہ الفاظ جن سے کسی کا ہونا معلوم ہو۔
اکثریت	زیادہ تعداد، غالب
امتیاز کرنا	فرق کرنا، الگ کرنا
آغاز	شروع
آمیزش	ملاوٹ
تائید کرنا	حمایت کرنا، حق میں ہونا
تجزیہ	ٹکڑے کر کے دیکھنا یا سمجھنا
تذکیر و تانیث	مذکر و مونث
تردید	رد کرنا
تشکیل	شکل پانا، بننا
تصریفی قواعد	کسی بنیادی لفظ سے مختلف الفاظ و افعال بنانے کے قاعدے
تضاد	ضد ہونا، بے میل ہونا
تعین	متعین کرنا، طے کرنا
تقویت	طاقت پہنچانا، قوت دینا

لفظ	معنی
جانشیں	جگہ لینے والا
جدید	نیا
خام	کچا
سلاطین	سلطان کی جمع، بادشاہ
شمال مغربی	اُتّر پچھّم کی طرف کا
صَرف	قواعد کی ایک شاخ جس میں ایک لفظ سے مختلف الفاظ ڈھالنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔
صرفی ونحوی ساخت	کسی زبان کا قواعدی ڈھانچہ
ضمیر	وہ کلمہ یا لفظ جو اسم کے بدلے بولا جائے۔جمع،ضمائر
عہدِ حاضر	موجودہ زمانہ
قدیم	پرانا
قیاس	اندازہ
لسانیات	زبانوں سے متعلق، زبانوں کے بارے میں جاننے کا علم
لسانی شواہد	زبان کی حالت یا صورت سے متعلق دلیل یا ثبوت
ماخذ	جس سے اخذ کیا جائے یا لیا جائے، سرچشمہ، منبع
ماخوذ	لیا ہوا، اخذ کیا ہوا
مبنی	جس پر بنیاد ہو، جس پر قائم ہو
مبہم	کسی بات کا واضح اور صاف نہ ہونا
مخلوط	اختلاط کیا ہوا، ملا جلا
مدلل	دلیلوں اور ثبوتوں کے ساتھ کہنا
مسترد کرنا	رد کرنا
مستشرق	وہ فرنگی جو مشرقی زبان یا علوم کے ماہر ہوں۔
مسلّمہ	مانا ہوا، تسلیم شدہ
مشتق	کسی سرچشمہ سے پھوٹ کر نکلا ہوا
مفروضہ	فرض کیا ہوا، مانا ہوا، خیالی
مماثلت	یکسانیت، ایک جیسا ہونا
منبع	جہاں سے پھوٹ کر نکلے، سرچشمہ
منتقل ہونا	جگہ بدل جانا
منبا	پیدا ہونے کی جگہ، جہاں سے کوئی چیز آئے
مولد	پیدا ہونے کی جگہ
نحو	قواعد کی وہ شاخ جس میں مختلف طرح کے جملے بنانے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔
نواح	گرد، اطراف، آس پاس کا علاقہ
واضح	کھلا ہوا، سمجھ میں آنے والا، صاف

لفظ	معنی
ہیولیٰ	ڈھانچہ
یکسانیت	مماثلت، ایک جیسا ہونا

3.8 کتب برائے مطالعہ

مقدمہ تاریخ زبان اردو	مسعود حسین خاں	اردو مرکز لاہور، 1966
پنجاب میں اردو	محمود شیرانی	ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، 2005
ہندوستانی لسانیات	محی الدین قادری زور	مطبوعہ شمس الاسلام پریس، چھتہ پریس، حیدرآباد، 1932
داستان زبان اردو	شوکت سبزواری	چمن بک ڈپو، اردو بازار، دہلی، 1961
ہندوستانی لسانیات کا خاکہ	احتشام حسین	اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو
لسانیات اور اردو	محمود الحسن	احباب پبلشرز، لکھنو، 1972
اردو زبان کی تاریخ	مرتبہ مرزا خلیل بیگ	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
اردو ماخذ سے متعلق مختلف نظریے	مرزا خلیل احمد بیگ	

اکائی 4 اردو کے فروغ میں صوفیائے کرام کا حصہ

ساخت :

4.1 اغراض و مقاصد
4.2 تمہید
4.3 صوفی کے اوصاف
4.4 صوفیائے کرام کی ہندوستان آمد
4.5 شمالی ہندوستان کے صوفیائے کرام
4.5.1 حضرت خواجہ معین الدین چشتی
4.5.2 حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج
4.5.3 شیخ حمید الدین ناگوریؒ
4.5.4 شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتیؒ
4.5.5 امیر خسروؒ
4.5.6 شیخ سراج الدین عثمانؒ
4.5.7 شیخ عین الدین گنج العلمؒ
4.5.8 شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ
4.6 جنوبی ہندوستان کے صوفیائے کرام
4.6.1 حضرت شاہ برہان الدین غریبؒ
4.6.2 حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ
4.6.3 عبداللہ حسینیؒ
4.6.4 شاہ میران جی شمس العشاقؒ
4.6.5 سید شہباز حسینیؒ
4.6.6 برہان الدین جانمؒ
4.6.7 شاہ امین الدین اعلیٰؒ
4.6.8 میران جی حسن خداوند خدانماؒ
4.6.9 شیخ بہاء الدینؒ باجن
4.6.10 شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ
4.6.11 شاہ علی محمد جیوگام دھنیؒ
4.6.12 شیخ وجیہ الدین احمد علویؒ
4.6.13 شیخ خوب محمد چشتیؒ
4.7 آپ نے کیا سیکھا
4.8 اپنا امتحان خود لیجیے
4.9 سوالات کے جوابات

4.10 فرہنگ

4.11 کتب برائے مطالعہ

4.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ کو بتایا جائے گا کہ

- اردوزبان کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا اہم کردار رہا ہے
- صوفیائے کرام نے ابتدائی دور میں اردو کو تبلیغ دین واخلاق کے لئے استعمال کیا
- صوفیائے کرام نے اردوزبان کو ادبی سطح پر لانے میں اہم کردار ادا کیا
- ان صوفیائے کرام کے متعلق جنھوں نے اردوزبان کو فروغ دیا
- صوفیائے کرام کی تخلیقات اوران کے اخلاق حسنہ سے واقفیت حاصل ہوگی

4.2 تمہید

اردوزبان ہندوستان میں پیدا ہوئی۔یہیں پھلی پھولی اور پروان چڑھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے دوسوسال پہلے ہی اردوزبان عوام میں بولی جانے لگی تھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے اردواور مختلف ہندارایائی زبانوں کی ترقی میں کافی تیزی آگئی۔مشہورومعروف ماہرلسانیات ڈاکٹرسنیتی کمار چٹرجی کا کہنا ہے کہ اگرمسلمان ہندوستان میں نہ آتے تو جدید ہندآریائی زبانوں کی پیدائش تو ہوجاتی لیکن ان کے ادبی آغاز وارتقاء میں ضرورتاخیر ہوجاتی۔

ابتداء میں اہل علم اردوزبان کو بازاری زبان سمجھتے تھے اوراس زبان میں لکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔لیکن صوفیائے کرام نے تبلیغ دین اور پندونصیحت کے لئے اردوزبان کا استعمال کیا۔اس لیے کہ اردواس وقت عوامی زبان تھی اورصوفیائے کرام لوگوں کوان کی اپنی زبان میں مخاطب ہونا چاہتے تھے تا کہ اپنی بات لوگوں کے دلوں میں اتارسکیں۔ یہ بے لوث اور مخلص صوفیائے کرام بندگانِ خداتک خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے بے تاب تھے۔اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنا پیغام عوام تک خودان کی زبان میں پہنچائیں۔ چنانچہ صوفیائے کرام نے خواص کی ادبی زبان کے بجائے عوام میں رائج زبان کو اپنی رسائی کا وسیلہ اظہار بنایا اورانھیں کی بولی میں تعلیم وتلقین فرمائی۔صوفیائے کرام جس علاقے میں جاتے وہاں کی مقامی زبان سیکھ لیتے اوراس علاقے کے لوگوں تک انھی کی زبان میں اپنا پیغام پہنچاتے۔اس طرح انھوں نے عوامی زبان کے دائرے کووسعت بخشی اور حسب ضرورت نئے نئے الفاظ اورتراکیب کا استعمال کر کے اردوزبان کے ذخیرۂ الفاظ میں خاطرخواہ اضافہ بھی کیا۔

4.3 صوفی کے اوصاف

صوفی کو دنیا میں بلند و بالا مرتبہ حاصل ہے۔ وہ دنیا کے عیش و آرام سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ وہ رسم و ظاہر داری جو دلوں کو مردہ کر دیتی ہیں پسند نہیں فرماتے بلکہ وہ انسان کے باطن کو دیکھتے ہیں اور برائی میں بھی اچھائی کا پہلو تلاش کرتے ہیں۔ نرمی، ملائمیت، مہر و محبت ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ وہ درگزر سے کام لیتے ہیں۔ خاکساری، عاجزی اور انکساری ان کے مزاج کا ایک خاص وصف ہے۔

صوفی اپنے کردار اور عمل سے لوگوں کو مرعوب کرتے ہیں۔ ان کا در ہر عام و خاص کے لئے کھلا رہتا ہے۔ جہاں بڑے چھوٹے، امیر غریب، عالم جاہل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں کو قابو کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اردو صوفیائے کرام کے طفیل ہی قوالی، موسیقی، شاعری اور درسِ اخلاق کی زبان ٹھہری۔ عام معاملاتِ زندگی اور سرکاری دربار کے مختلف طبقوں کے درمیان یہی زبان وسیلۂ اظہار بنی۔

4.4 صوفیائے کرام کی ہندوستان آمد

مسلمان صوفی بزرگ ہندوسان میں مشکل ترین راستوں سے داخل ہوئے تھے اور ایسے مقامات پر قیام کیا جہاں کوئی اسلام کے نام سے بھی واقف نہیں تھا۔ جہاں آب و ہوا، رسم و رواج، صورت شکل، عادات و اطوار، لباس، رہن سہن، بات چیت الغرض ہر چیز ان کے لئے اجنبی تھی مگر انھوں نے اس ماحول میں رہ کر وہاں کی مقامی زبان سیکھی اور لوگوں سے ان کی اپنی زبان میں تربیت کی۔

اردو زبان اور اردو نظم و نثر کو بنیاد فراہم کرنے اور اس کی اولین روایتوں کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرنے والے صوفیائے کرام کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں سے بعض کی خدمات کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

4.5 شمالی ہندوستان کے صوفیائے کرام

4.5.1 حضرت خواجہ معین الدین چشتی (وفات 1235)

ہندوستانی سرزمین پر اسلام کی تبلیغ کے لئے جو بزرگانِ دین تشریف لائے ان میں پہلا اور بڑا نام حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہے۔ وہ ہندوستان کے بزرگان دین میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے راجستھان کے شہر اجمیر میں تبلیغ اسلام کا ایک مستقل نظام قائم کیا تھا۔ ہندوستان کے دیگر مراکز بھی اسی کے تحت آتے تھے۔

آپؒ نے اپنے اخلاقِ حسنہ اور اپنے عمل سے عوام کو متاثر کیا اور درس و تدریس کا کام کیا۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق و بلند کردار کو دیکھ کر ہی لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کو خواجہ غریب نواز کے

لقب سے سرفراز کیا۔

مولوی عبدالحق نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے متعلق لکھا ہے :

''باوجود تلاش کے ہمیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیزؒ کا کوئی معتبر قول ہندی زبان میں نہیں ملا۔لیکن ان کی عالمگیر مقبولیت کو دیکھتے ہوئے یقینی امر ہے کہ وہ ہندی زبان سے ضرور واقف تھے کیوں کہ ہندو بھی مسلمانوں سے کم ان کے معتقد نہیں تھے۔'ہندالولی' کی ترکیب اور 'غریب نواز' کا لقب خود ان کی عام مقبولیت کی صاف شہادت دے رہے ہیں۔''

4.5.2 حضرت شیخ فریدالدین شکر گنجؒ (وفات 1265)

اردو اور پنجابی کے ابتدائی دور میں جس بزرگ کے اقوال اور کلام ملتے ہیں ان میں ایک اہم نام شیخ بابا فریدالدین شکر گنج کا ہے۔ان کا کلام سکھ مذہب کی مقدس کتاب ''گروگرنتھ صاحب'' میں بھی موجود ہے۔شیخ فریدالدین شکر گنج ایک جید عالم اور صوفی تھے۔آپ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مریدین خلفاء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔آپؒ کی شاعری کا سراغ مختلف بیاضوں سے بھی ملا ہے۔چنانچہ مولوی عبدالحق کو ایک پرانی بیاض میں ایک نظم ملی جو انھوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام'' میں شامل کی ہے۔نظم ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

تن دھونے سے دل جو ہوتا پوک
پیش رو اصفیا کے ہوتے غوک
ریش سبلت سے گر بڑے ہوتے
بوکڑواں سے نہ کوئی بڑے ہوتے
خاک لانے سے گر خدا پائیں
گائے بیلاں بھی واصلاں ہوجائیں
گوش گری میں گر خدا ملتا
گوش چویاں (ہکذا) کوئی نہ واصل تھا

4.5.3 شیخ حمیدالدین ناگوریؒ : (وفات 1274)

شیخ حمیدالدین ناگوریؒ بخارا کے شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ ایک جید عالم اور برگزیدہ شخص تھے۔آپ مشہور صوفی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے پیرو مرشد تھے۔

لیکن خدا کی راہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہمراہ ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور علاقہ ناگور کو اپنا مسکن بنایا اور وہیں تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دینے لگے۔آپ نے بہت سے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔آپ کے بہت سے رسالے آج بھی آپ کی یادگار ہیں۔آپ سے ایک دن

آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا: ''ہاں بابا کچھ کچھ'' یہ فقرہ باپ نے بیٹے سے کہا تھا، جس سے مولوی عبدالحق نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس زمانے میں ان بزرگوں کے گھروں میں بھی اردو زبان بولی جاتی تھی۔ البتہ اس زمانے میں اردو کو ہندی کہا جاتا تھا۔ اب اردو اسی زبان کی ترقی یافتہ شکل ہے اور یہی زبان سارے ہندوستان میں بولی جاتی تھی۔

4.5.4 شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتیؒ : (وفات 1323)

آپ بڑے صاحب جلال اور صاحب اثر بزرگ تھے۔ جب علاؤالدین خلجی نے جلال الدین خلجی کا قتل کیا اور خود مختار ہو گیا تو اپنے اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے درباریوں اور سپاہیوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس وقت مصاحبوں نے کہا کہ حضرت بوعلی قلندر کو خوش کرنا بے حد ضروری ہے ورنہ عوام میں آپ ہردلعزیز نہیں بن سکتے۔ لہٰذا امیر خسرو کو اس اہم کام پر متعین کیا گیا۔ امیر خسرو نے موسیقی میں اپنی فنکاری کا جوہر دکھا کر بوعلی قلندر کو راضی کر لیا۔ اس کے بعد حضرت نے بھی اپنا کچھ کلام سنایا جسے سن کر امیر خسرو بہت آبدیدہ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا: ''تو کا کچھ سمجھ دا ہے'' امیر خسرو نے کہا: اسی لئے تو روتا ہوں کہ کچھ نہیں سمجھتا۔ ذیل میں بوعلی قلندر کا دوہا پیش کیا جاتا ہے جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محمد بن تغلق اور خلجی کے زمانے میں بھی اس زبان کا رواج تھا۔

سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روے
بدھنا ایسی رین کو بھور کدھی نہ ہوے

4.5.5 امیر خسروؒ (وفات 1324)

امیر خسروؒ کا نام اردو کی ادبی تاریخ میں اہمیت کا حامل ہے۔ وہ بچپن سے ہی بہت ذہین و ذکی تھے۔ کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ حضرت نظام الدین دہلویؒ کے مرید خاص تھے۔ امیر خسرو فارسی کے عظیم مصنف تھے اور ان کی بہت سی تخلیقات ملتی ہیں جو ایران اور ہندوستان دونوں میں یکساں قابل احترام سمجھی جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں ہندوستان کی بولیوں، تیوہاروں، موسموں، پھلوں، پھولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا، حسن اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کی ستائش کی گئی ہے۔ ہندوستانی موسیقی میں انھوں نے کمال حاصل کیا تھا بلکہ ایرانی راگوں کے میل سے بہت سارے راگ راگنیاں بھی انھوں نے بنائی ہیں۔ ہندوستان کو قوالی اور ستار انہیں کی دین ہے۔ وہ امیر بھی تھے اور فقیر بھی۔ ایک طرف ان کی رسائی دربار تک تھی، دوسری طرف وہ عوام سے بالکل قریب تھے۔ اس لیے فارسی کے علاوہ انھوں نے عوامی زبان میں بہت سی نظمیں، دوہے، پہلیاں، کہہ مکرنیاں اور انملیاں بھی لکھی ہیں۔ ان کے نام سے ایک نظم خالق باری بھی ملتی ہے۔ اردو شاعری میں امیر خسرو نے ایک طریقہ تو یہ اختیار کیا کہ ایک مصرع فارسی لکھا اور ایک مصرع اردو۔ دوسرا طریقہ یہ کہ آدھا مصرع فارسی اور آدھا مصرع اردو رکھا۔ تیسرا طریقہ یہ کہ دونوں مصرعے اردو کے

لائے۔خسرو کے کلام کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں۔

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے رین بھئی چھوں دیس
زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جان نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبان ہجراں دراز چوں زلف و روز وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

امیر خسرو کی پہیلیاں بھی لسانی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ملاحظہ ہو۔

بالا تھا جب من کو بھایا بڑا ہوا کچھ کام نہ آیا
خرد کہہ یا اوس کا ناؤں، بوجھے نہیں تو چھوڑے گانؤں (دیا)

4.5.6 شیخ سراج الدین عثمانؒ (وفات1256)

یہ بھی ایک بزرگ گذرے ہیں جو سلطان اولیاء کے مرید اور خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔آپ نے بھی رشد و ہدایت کا کام کیا۔مگر آپ کا کوئی کلام دستیاب نہیں۔

4.5.7 شیخ عین الدین گنج العلمؒ (وفات1392)

شیخ عین الدین گنج العلم ایک مشہور بزرگ تھے۔آپ کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔مگر آپ نے دکن کے بیجاپور میں سکونت اختیار کی اور وہاں رشد و ہدایت کی خدمات انجام دیں۔عوام کے لئے چھوٹے چھوٹے مذہبی کتابچے بھی لکھے۔بہر کیف یہ تصنیفات فی زمانہ موجود نہیں ہے۔

4.5.8 شیخ شرف الدین یحیٰی منیریؒ (وفات1370)

آپ کا تعلق بہار کے ایک قصبے منیر سے ہے۔آپ پوربی اور ہندی (جسے اب اردو کہتے ہیں) کے شاعر تھے۔ان کے بتائے ہوئے منتر اب تک سانپ کا زہر اتارنے اور دفع امراض اور جھاڑ پھونک کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔جن کے آخر میں ان کے نام کی دہائی دی جاتی ہے۔

کالا ہنسا نہ ملا بسے سمندر تیر
پنکھ پسارے یکہ ہرے نرمل کرے سریر
دردرہے نہ پیڑ
شرف حرف مائل کہیں درد کچھ نہ بسائے
گرد چھوئیں دربار کی سو درد دور ہوجائے

4.6 جنوبی ہندوستان کے صوفیائے کرام

4.6.1 حضرت شاہ برہان الدین غریبؒ (وفات 1337)

آپ کے بھائی خواجہ منتجب الدین خلدآباد میں خدمات انجام دے رہے تھے اور آپ حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں تھے۔ بھائی کی وفات کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء نے آپ کو خلدآباد بھیجا۔ آپ نے یہاں تبلیغ دین کا کام سرانجام دیا اور خلدآباد میں ہی آپ کا مزار موجود ہے۔

4.6.2 حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ (وفات 1422)

خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ پہلے اردو کے شاعر ہیں جن کی نثر اور نظم دونوں کے نمونے موجود ہیں اور چھپ چکے ہیں۔ وہ شہباز تخلص کرتے تھے۔ دولت آباد میں پیدا ہوئے اور اپنے والد شاہ راجو کی وفات کے بعد دلّی چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد 1398 میں فیروز شاہ بہمنی کے عہد میں گلبرگہ میں سکونت اختیار کی اور یہیں پر تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ ان کی ایک کتاب ''معراج العاشقین'' چھپ چکی ہے جو قدیم ترین اردو نثر کا نمونہ ہے۔ ایک ہدایت نامہ اور بہت سی نظمیں، راگ راگنیاں اور چکی نامے منظوم کئے جو مختلف کتب خانوں کی بیاضوں میں محفوظ ہیں۔ آپ اپنے وقت کے ایک جلیل القدر مفسر، محدث، فقیہہ، صوفی، بلند پایہ صوفی، عالم اور عارف کامل تھے۔ آپ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے مریدوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان کا ایک شعر دیکھیے۔

پانی میں نمک گھول نمک گھول نہ دِسے
جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا کسے

4.6.3 عبداللہ حسینیؒ

عبداللہ حسینیؒ نبیرے تھے خواجہ بندہ نواز کے اور دادا کی طرح صوفی اور مصنف بھی تھے۔ انھوں نے محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی کے رسالۂ نشاط العشق کا اردو میں ترجمہ کیا تھا اور اس کی ایک شرح بھی لکھی تھی۔

4.6.4 شاہ میران جی شمس العشاق (وفات 1496)

بہمنی دور کے ایک بہت بڑے مصنف شاہ میراں جی شمس العشاق ہیں۔ شاہ میران جی حضرت خواجہ بندہ نواز ہی کے سلسلۂ صوفیا میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کی طرح اردو ہی میں تعلیم و تلقین کے علاوہ تصنیف و تالیف کا بھی کام کیا۔ انھوں نے بیجاپور میں وفات پائی اور وہیں دفن ہیں۔ شاہ میران جی کی کئی نظمیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے اس وقت تک دستیاب ہو چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام بہت مقبول تھا اور دور دور تک اس کی نقلیں پہنچ گئی ہیں۔ شاہ میران جی کی اردو تصانیف میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں :

''خوش نامہ'' اس نظم میں ایک نوجوان لڑکی خوش یا خوشنودی کا قصہ لکھا ہے جو شاہ پور میں صرف سترہ سال کی عمر میں انتقال کر گئی۔ وہ بھولی بھالی اور سب کی پیاری تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح شوخ وشنگ نہ تھی اور بناؤ سنگھار کی جگہ خدا سے لگن لگا رکھی تھی۔ نمونہ یہ ہے ؎

توں رحمان رحیما میرا مہر محبت بھریا
میں تو باندی بروا تیری تیں مجھ ہاتھوں دھریا
ناں میں کیسی بندگی تیری نادھر کیتی یاد
دائم کیتی آگل تیرے سلکوں تھے فریاد
تیں ہی میرا لاڑ چلایا کبھوں نہ ہوا اداس
آپ سندیسا توڑ گسائیں تیری منجھکوں آس

''خوش نغز'' اس مثنوی میں بھی اس دوشیزہ کا ذکر ہے۔ اس میں وہ شاہ صاحب سے مختلف عنوانوں مثلاً عرفان وروح، عقل وعشق اور مراقبہ وغیرہ کے بارے میں سوالات کرتی ہے اور یہ ہر ایک کا جواب ایک نئے باب میں دیتے ہیں۔ اس طرح کل نو باب ہیں۔

''شہادت الحقیقت'' میراں جی کی سب سے اہم اور طویل نظم ہے۔ اس میں تصوف ومعرفت کے مسائل درج ہیں۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ میراں جی نے نثر میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ ''شرح مرغوب القلوب'' ان کا لکھا ہوا ایک رسالہ نثر میں ہے جس میں دس باب ہیں۔ ہر باب کسی آیت قرآنی یا حدیث سے شروع کرتے ہیں اور پھر اس کا ترجمہ اور مختصر شرح کرتے ہیں۔

4.6.5 سید شہباز حسینیؒ

خواجہ سید محمد حسینی بندہ نواز کی اولاد میں سے تھے اور شاہ ہدایت اللہ حسینی کے خلیفہ تھے۔ انھوں نے اپنا نام ہی بطور تخلص استعمال کیا اور خواجہ محمد حسینی کے تخلص شہباز کے آگے حسینی لگا کر اپنے تخلص میں امتیاز قائم رکھا۔ ابراہیم عادل شاہ بیجا پور (1580-1624) خواجہ بندہ نواز کی اولاد کا بہت معتقد تھا۔ چنانچہ شہباز حسینی کی بھی بیجا پور میں خاطر داری کی۔ وہ بیجا پور میں ہی فوت ہوئے۔

4.6.6 برہان الدین جانمؒ (وفات 1598)

کسی زمانے میں بیجا پور میں ایک بہت بڑے ادیب اور شاعر شاہ برہان الدین جانم موجود تھے۔ جو شاہ میراں جی کے فرزند اور خلیفہ تھے اور اپنے باپ کے کام رشد وہدایت اور تصنیف وتالیف میں منہمک تھے۔ وہ خود بھی بہت بڑے صوفی اور شاعر تھے۔ ان کی کئی کتابیں اس وقت موجود ہیں۔ ان کا کلام بہت مقبول ہوا اور اب بھی ہندوستان میں دور دور اس کے نسخے ملتے ہیں۔ ان کی مشہور کتابوں میں ''ارشاد نامہ'' ڈھائی ہزار اشعار کی طویل مثنوی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔ اس میں حمد ونعت کے بعد اپنے پیر ومرشد اور والد شاہ میراں جی کی مدح لکھی ہے اور پھر تصوف کے مضامین

منظوم کیے ہیں۔شاہ میران جی کی مدح میں لکھتے ہیں ۔

صفت کروں کچھ اپنا پیر جس تھے روشن ہوئے ضمیر
دھوں جگ میں منجھ میت وہی سمروں لے من نیت وہی
تس کوں سمریں تن من شاد جس کا اہے منجھ پرساد
جگ میں اہے توں ہی رتن ہردے میں لے کروں جتن
راکھیا کو دن کو اس ٹھاوں تل تل سمروں لے اس ناوں
پیرمیراں جی شمس عشاق دھوں جگ رب تجھ کیا کشاف

''سکھ سہیلا'' ایک ترکیب بند ہے۔جس کا ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔جن میں آخری مصرع مشترک ہے۔ یہ نظم بھی ڈاکٹر حفیظ سید کی ادارت اور شرح کے ساتھ چھپ گئی ہے۔اس کا پہلا اور آخری بند یہ ہے ۔

بھودھات یوگی کریں بچار گر بُن نہ پاویں سوے
سادھو جن کی سیوا لیویں تو چہ پراپت ہووے
گر پر سادھوں کوئی یک جانے دیکھت برکالوے
لوکا یہ مت کچھ الادھی جن بوجھ بختوں لادھی

ان کے علاوہ جانمؔ کی دوسری اردو نظموں میں بشارت الذکر، منفعت الایمان، وصیت الہادی، نکتۂ واحد، رموز الواصلین وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے دہرے بھی لکھے تھے اور ان کی زبان پر برج بھاشا کا اثر بہت نمایاں ہے۔

4.6.7 شاہ امین الدین اعلیٰؒ (وفات 1675)

انہیں مذہبی حلقوں میں شاہ امین الدین اعلیٰؒ اس عہد کے سب سے بڑے صوفی اور بزرگ مانے جاتے تھے۔وہ شاہ برہان الدین جانم کے فرزند اور ان کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔اپنے باپ اور دادا شاہ میران جی کی طرح رشد وہدایت اور تصنیف و تالیف کے کام کو جاری رکھا۔ان کے خلیفہ اور شاگرد بعد کو تمام دکن میں پھیل گئے تھے اور اس طرح شاہ میران جی کا فیض دور دور پہنچا اور اب تک اس سلسلہ کے بزرگ موجود ہیں اور صوفیانہ کلام لکھتے ہیں۔

شاہ امین ایک فطری شاعر تھے اور بہت سی مثنویاں اور قصیدے اور ترکیب بند اور گیت لکھے۔نثر میں بھی کئی رسالے مثلاً ''گفتار شاہِ امین'' اور ''گنج مخفی'' وغیرہ ان سے منسوب ہیں۔سنہ 1675 میں فوت ہوئے۔ یہ ان کی نثر کا نمونہ ہے :

''بوج اے طالب تحقیق اس لاہوت کے مقام میں اگر واصل ہوا سوں اس کوں حاصل آنے گی سو تجلی

بھانت بھانت کی روش ہے۔ اس کے تئیں اس کی استعداد کے مناسب حاصل ہووے گا یعنی ازل کے موافق حاصل ہوے گا۔''

مثنوی کا نمونہ یہ ہے۔

ادنیٰ عاشق اعلیٰ بوج یہ دو مقصود آکھوں تج
عاشق ادنیٰ جوں پتنگ اعلیٰ موم بتی کا رنگ
جوں پتنگا دیکھ نیا آپ جل کر ہوئے فنا
دے ولایت جیوں پتنگ موم بتی یہ نبوت رنگ
یہ سب بوجھے اس رموز بوجھے مجلس شب اور روز

4.6.8 میران جی حسن خداوند خدانماؒ (وفات 1663)

شاہ راجو کی طرح اس زمانہ میں ایک اور صوفی شاعر میران جی حسن خداوند خدانما بھی حیدرآباد میں تصوف اور شعر وادب کے رسیا گذرے ہیں۔ ان دونوں میں فرق اتنا تھا کہ شاہ راجو دین کے ساتھ دنیا کو بھی سنبھالے ہوئے تھے اور میرا جی خدانما دنیا کو چھوڑ کر یعنی عبداللہ قطب شاہ کی ملازمت ترک کر کے دین کی طرف راغب ہوئے تھے۔ انھوں نے کئی اردو رسالے اور نظمیں لکھیں۔ رسالہ ''وجودیہ''، ''شرح تمہیدات عین القضات'' اور ''شرح مرغوب القلوب'' ان کی وہ اردو نثر کی کتابیں ہیں جو اب تک محفوظ ہیں۔ عورتوں کو چکی پیستے وقت گانے کے لئے انھوں نے ایک ''چکی نامہ'' بھی لکھ دیا تھا جو بہت مقبول ہوا اور حیدرآباد کے بعض گھرانوں کی عورتیں اب تک اسی کو گاتی ہیں۔ اس کا ایک بند یہ ہے۔

اوّل اللہ ناؤں صفت جس کا ٹھاؤں
یاد ہے میرے جی میں ہر دم تیرا ناؤں
لا الٰہ کہنا الا اللہ میں رہنا
نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کہنا
اللہ آپی گنج خفی ظاہر ہونے آیا
نبی صاحب کے برقعے میں آپس کوں دکھلایا
لاالٰہ کہنا الااللہ میں رہنا
نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کہنا

4.6.9 شیخ بہاء الدینؒ باجنؔ (وفات 1506)

شیخ بہاء الدینؒ باجنؔ کا تعلق برہان پور سے تھا۔ آپ کے نیک اعمال سے متاثر ہو کر سیکڑوں لوگوں نے نیک ہدایت حاصل کی۔ آپ حضرت شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ کے مرید تھے۔ کتاب ''خزانۂ رحمت'' ان سے منسوب ہے، جس میں انھوں نے اپنے پیر ومرشد کے ملفوظات اور

ارشادات قلمبند کئے ہیں۔ باجنؔ ایک عمدہ شاعر بھی تھے آپ کا کلام تصوف کے مضامین سے لبریز ہے۔

4.6.10 شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (وفات 1538)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا شمار اس وقت کے بڑے عالموں میں ہوتا تھا۔ مولوی عبدالحق کا بیان ہے کہ آپ شیخ محمد بن شیخ احمد عبدالحق چشتی صابری کے مرید ہیں۔ آپ ہندی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ آپ کی کتابوں میں ''رشدنامہ'' بڑی مقبول ہوئی۔ اس میں تصور اور وحدت الوجود کے نکات بیان کیے گئے ہیں۔

4.6.11 شاہ علی محمد جیو گام دھنیؒ (وفات 1565)

شاہ علی محمد جیو گام دھنیؒ گجرات کے بلند پایہ عارف اور صوفی تھے۔ آپ کا تعلق گجرات کے سادات خانوادے سے تھا۔ آپ کی تعلیم اور ہدایت کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔ آپ کا مجموعہ کلام ''جواہر اسرار اللہ'' توحید اور وحدت الوجود سے معمور ہے۔ تمام موجودات کو خدائے تعالیٰ ہی کا ایک وجود ماننا وحدت الوجود کہلاتا ہے۔ وہ اللہ سے حد درجہ عشق رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی محبت کو طرح طرح سے پیش کیا ہے۔ ان کے کلام میں عورت کی طرف سے خطاب ہے۔ سادہ اور سلیس زبان کا استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات ثقیل الفاظ کے استعمال کی وجہ سے ان کے کلام کو سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

4.6.12 شیخ وجیہ الدین احمد علویؒ (وفات 1589)

شیخ وجیہ الدین علویؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور صوفی تھے۔ آخری ایام احمد آباد میں درس و تدریس اور تعلیم و تلقین میں گذاری۔ آپ نے حضرت غوث گوالیاری سے فیض روحانی حاصل کیا۔ آپ کے مریدوں نے آپ کی کہی ہوئی باتوں یعنی ملفوظات کو کتاب کی صورت میں جمع کیا ہے جس کا نام ''بحر الحقائق'' ہے۔ اس میں جگہ جگہ ہندی اقوال درج ہیں۔ اس طرح شیخ وجیہ الدین علوی نے ملفوظات کے علاوہ اردو میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی۔

4.6.13 شیخ خوب محمد چشتیؒ (وفات 1622)

شیخ خوب محمد چشتیؒ کا تعلق گجرات سے تھا۔ ان کا شمار وہاں کے بڑے عالموں اور صوفیوں میں ہوتا تھا۔ شاعر بھی تھے اور بہت سی تصانیف آپ نے یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں تصوف کے مضامین بڑی چابکدستی سے پیش کیے گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق کا بیان ہے ''خموش'' سے تاریخ ولادت 936ھ/ 1539 اور ''خوب تھے'' سے تاریخ وصال 1023ھ/ 1614 نکلتی ہے۔ آپ کی دوسری مشہور کتاب ''خوب ترنگ'' ایک صوفیانہ مثنوی ہے جو بہت مقبول ہوئی۔ برسوں بعد حضرت مخدوم عبدالحق ساوی نے اس کی شرح ''مفتاح التوحید'' کے نام سے لکھی۔ ''خوب ترنگ'' میں شیخ خوب

محمد چشتی نے اپنے پیرو مرشد شیخ کمال الدین محمد سیستانی کے ارشادات منظوم کئے ہیں۔ ''خوب ترنگ'' کو اردو کی صوفیانہ شاعری میں امتیازی اہمیت حاصل ہے۔

4.7 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- صوفی کے اوصاف کیا ہوتے ہیں
- صوفیائے کرام نے عوامی زبان میں تعلیم و تلقین کی
- صوفیائے کرام کے سبب اردو ادبی زبان کی سطح تک پہنچ پائی
- صوفیائے کرام نے اردو شاعری میں اپنے ملفوظات چھوڑے ہیں
- صوفیائے کرام نے اردو نثر کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا
- صوفیائے کرام کے اقوال سے اردو کی ابتدائی شکل کا اندازہ ہوتا ہے

4.8 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کے لئے جو بزرگانِ دین تشریف لائے ان میں پہلے اور بڑے بزرگ کون تھے؟

2۔ ابتداء میں تبلیغ اسلام کا مرکز کہاں واقع تھا؟

3۔ کس بزرگ کا کلام سکھوں کی مقدس کتاب ''گروگرنتھ صاحب'' میں درج ہے؟

4۔ شیخ حمید الدین ناگوری کس بزرگ کے پیرو مرشد تھے؟

5۔ قوالی اور ستار ہندوستان کو کس کی دین ہے؟

6۔ ''خوش نما'' کس کی تصنیف ہے؟

7۔ ''ارشاد نامہ'' کس کی تصنیف ہے؟

8۔ خوب محمد چشتیؒ کی مشہور کتاب کا نام کیا ہے؟

4.9 سوالات کے جوابات

1۔ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کے لئے جو بزرگانِ دین تشریف لائے ان میں پہلے اور بڑے بزرگ کا نام خواجہ معین الدین چشتیؒ تھا۔

2۔ ابتداء میں تبلیغ اسلام کا مرکز اجمیر میں واقع تھا۔

3۔ بزرگ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کا کلام سکھوں کی مقدس کتاب ''گروگرنتھ صاحب'' میں درج ہے۔

4۔ شیخ حمید الدین ناگوری، قطب الدین بختیار کاکیؒ کے پیرو مرشد تھے۔

5۔ قوالی اور سِتار ہندوستان کو امیر خسرو کی دین ہے۔

6۔ ''خوش نامہ'' شاہ میراں جی شمس العشاق کی تصنیف ہے۔

7۔ ''ارشاد نامہ'' برہان الدین جانمؒ کی تصنیف ہے۔

8۔ خوب محمد چشتیؒ کی مشہور کتاب کا نام ''خوب ترنگ'' ہے۔

4.10 فرہنگ

لفظ	معنی
لسانیات	زبانوں کا علم
ارتقاء	ترقی
تلقین	یقین دلانا
قدس سرہ یا قدس اللہ سرہ نام کے ساتھ رحمۃ اللہ	اللہ اس کے راز (قبر) کو پاک کرے۔ مرحوم بزرگوں کے علیہ کی جگہ مستعمل ہے۔
بتیاں	بتی کی جمع۔ سوت کی ڈوری جو چراغ میں جلائی جاتی ہے اور زخم پر بھی رکھی جاتی ہے۔ موم یا چربی کی شمع، دیا
تصوف	علم معرفت، دل سے خواہشوں کو دور کر کے خدا کی طرف دھیان لگانا۔ تزکیہ نفس کا طریقہ
وحدت الوجود	تمام موجودات کو خدائے تعالیٰ ہی کا ایک وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔
چشتی	صوفیا کا ایک مشہور سلسلہ جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے چلتا ہے۔
خواجگان	خواجہ کی جمع۔ توران میں سادات کا لقب 'خداوند' آقا
دوہائی (دُہائی)	کسی کو پکار کر مدد کے لئے بلانا۔ دادخواہی
ملفوظات	ملفوظ کی جمع۔ منہ سے بولی ہوئی بات
تخلیق	خلق کرنا، پیدا کرنا
فقہ	احکام شریعت کی معلومات۔ علم دین
واصلاں	واصل کی جمع۔ ملنے والا، ملا ہوا
ہجراں	ہجر کی جمع۔ جدائی، مفارقت
بوکڑواں	بوکڑوں یعنی بکروں کی جمع
وصلش	ملاقات، ہجر کی ضد

پوک	پاک
بیلاں	بیل کی جمع
خیز	اٹھو
گنج العلم	علم کا خزانہ
سکھی	سہیلی
منتر	جادو، ٹونا
سلوک	تلاش حق (اصطلاح تصوف)
دوہا	دو مصرعوں کا ہندی شعر
کوتاہ	چھوٹا، تھوڑا، مختصر
خاک لانے	خاک لگانے
غوک	مینڈک
دراں	اس وقت
چوں	جیسے
چشت	مقام کا نام
خانوادہ	گھرانہ
معمور	بھرا ہوا
ثقیل	مشکل
سلیس	آسان
چابکدستی	مہارت

4.11 کتب برائے مطالعہ

اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام	مولوی عبدالحق	انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی، 1986
دکن میں اردو	نصیر الدین ہاشمی	ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، 1985
دکنی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ	اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی،
اردو ادب کی تنقیدی تاریخ	سید احتشام حسین	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1983
تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ء تک (جلد دوم)	ڈاکٹر سیدہ جعفر و ڈاکٹر گیان چند	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1998
تاریخ ادب اردو (جلد اول)	ڈاکٹر جمیل جالبی	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1989
دلّی کے بائیس خواجہ	ظہور الحسن شارب	تاج پبلشرز، دہلی، 1964
شاہانِ بے تاج	وحیدہ نسیم	ہشام کتاب گھر، اورنگ آباد، 1988

اکائی 5 اردو اور کھڑی بولی کا رشتہ

ساخت :

5.1 اغراض ومقاصد

5.2 تمہید

5.3 اردو ایک جدید ہند آریائی زبان

5.4 اردو کی اصل واساس یا بنیاد کھڑی بولی

5.5 اردو زبان کا کھڑی بولی سے رشتہ

5.6 آپ نے کیا سیکھا

5.7 اپنا امتحان خود لیجیے

5.8 سوالات کے جوابات

5.9 فرہنگ

5.10 کتب برائے مطالعہ

5.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ کو یہ بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے گی کہ

- اردو کو جدید ہند آریائی زبان کے زمرے میں کیوں رکھا گیا ہے
- اردو کی اصل یا بنیاد کون سی بولی ہے
- اردو اور کھڑی بولی کے درمیان کس طرح کا رشتہ ہے

5.2 تمہید

گیارہویں صدی عیسوی میں دہلی اور اس کے گرد ونواح میں شورسینی اپ بھرنش کے بطن سے کھڑی بولی وجود میں آئی۔ بارہویں صدی میں پنجاب کے راستے فارسی، عربی، ترکی اور کسی قدر پنجابی بولنے والوں نے اس خطے میں نہ صرف یہ کہ اپنی حکومت قائم کی بلکہ اسے اپنی مستقل آماجگاہ بھی بنالیا۔ رفتہ رفتہ سماجی ضروریات کے پیش نظر یہاں بولی جانے والی کھڑی بولی میں فارسی، عربی، ترکی اور کسی قدر پنجابی ودیگر بولیوں اور زبانوں کے الفاظ داخل ہونے لگے۔ اس علاقے کے لوگوں نے ان الفاظ کو اپنے مزاج، لہجے اور تلفظ کے لحاظ سے استعمال کرنا شروع کردیا اور فارسی، عربی، ترکی اور کسی قدر پنجابی ودیگر بولیوں اور زبانوں کے بولنے والوں نے کھڑی بولی کے الفاظ کو اپنے مزاج، لہجے اور تلفظ کے اعتبار سے استعمال کرنا شروع کردیا۔ نتیجتاً دہلی اور اس کے گرد ونواح میں دونوں

کے باہمی میل جول اور اختلاط سے ایک ایسی زبان وجود میں آ گئی جو رفتہ رفتہ تقریباً پورے ہندستان میں بولی اور سمجھی جانے لگی تھی۔ اسی زبان کو ہندی، ہندوی، زبان ہندوستان اور ریختہ جیسے ناموں سے پکارا جانے لگا۔ انیسویں صدی میں اس کا نام اردو ہو گیا۔

5.3 اردو ایک جدید ہند آریائی زبان

پندرہ سو قبل مسیح میں آریا ایران سے شمالی ہندستان میں داخل ہوئے۔ آریوں اور ہندستانیوں کے درمیان میل جول اور اختلاط ہوا جس سے شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں وجود میں آئیں۔ شمالی ہند کے مغربی خطے سے لے کر مشرقی خطے تک تقریباً ایک ہزار سال یعنی 1500 ق م تا 500 ق م یہ زبانیں رائج تھیں۔ زبانوں کے اس عہد کو ماہرین لسانیات نے قدیم ہند آریائی عہد اور اس میں رائج زبانوں کو قدیم ہند آریائی زبانوں سے تعبیر کیا ہے۔ اس عہد میں جو زبانیں رائج تھیں ان کی معیاری شکل سنسکرت کہلائی لیکن 500 ق م کے آس پاس اس نے دم توڑ دیا اور اس کی جگہ پراکرت اور اپ بھرنش زبانیں فروغ پانے لگی تھیں۔ یہ زبانیں 500 ق م سے 1000 عیسوی تک رائج رہیں جسے ماہرین لسانیات نے وسط ہند آریائی زبانوں سے تعبیر کیا ہے۔ 500 ق م سے یکم ق م تک جو پراکرت عوامی سطح پر گفتگو کا ذریعہ تھیں، اب وہ ادبی زبان کے طور پر پھلنے پھولنے لگی تھیں۔ تقریباً 500 سال یعنی یکم ق م سے 500 سنہ عیسوی تک یہ زبانیں پروان چڑھتی ہیں۔ 500 عیسوی تک آتے آتے ان کا ارتقا بھی رک جاتا ہے اور ان کے بطن سے مختلف اپ بھرنش زبانیں وجود میں آ جاتی ہیں۔ تقریباً 1000 عیسوی میں شمالی ہندوستان کے مغرب سے لے کر مشرقی خطے تک مختلف اپ بھرنش زبانوں کا چلن تھا لیکن 1000 عیسوی کے اخیر میں اپ بھرنش زبانیں بھی معدوم ہونے لگتی ہیں اور ان کی جگہ مختلف بولیاں اور زبانیں فروغ پانے لگتی ہیں۔ انھی زبانوں کو ماہرین لسانیات نے جدید ہند آریائی زبانوں سے تعبیر کیا ہے اور زبانوں کے اس عہد کو جس کا آغاز 1000 عیسوی کے اخیر میں ہوا اور تا حال جاری ہے، جدید ہند آریائی عہد قرار دیا۔ اردو کی پیدائش اسی عہد میں ہوئی۔

دراصل شمالی ہندوستان میں 500 عیسوی سے 1000 عیسوی تک جو اپ بھرنش زبانیں رائج تھیں ان میں سے ایک زبان کا تعلق شورسین دیس یعنی دہلی اور اس کے گرد و نواح سے تھا۔ اس زمانے میں ایک اپ بھرنش زبان دہلی اور اس کے گرد و نواح میں بولی جاتی تھی اس لیے اس زبان کو شورسینی اپ بھرنش کا نام دیا گیا۔ 1000 عیسوی کے اخیر میں اس زبان کے بطن سے مختلف بولیاں وجود میں آئیں۔ انھی بولیوں میں سے ایک بولی تھی کھڑی بولی اور اسی کھڑی بولی کے بطن سے بارہویں صدی عیسوی میں اردو کا جنم ہوا۔ چنانچہ اردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے جس کا رشتہ وسط ہند آریائی زبانوں سے ہوتے ہوئے قدیم ہند آریائی زبان سنسکرت سے قائم ہوتا ہے۔

5.4 اردو کی اصل یا بنیاد کھڑی بولی

اوپر کی گفتگو سے آپ نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ اردو زبان کا تعلق جدید ہند آریائی زبانوں سے ہے جس کا ارتقا تقریباً ایک ہزار عیسوی کے آس پاس ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وسط ہند آریائی عہد کی اپ بھرنش زبانیں معدوم ہو رہی تھیں اور ان کی جگہ پورے شمالی ہندوستان میں مغرب سے لے کر مشرق تک مختلف النوع بولیاں اور زبانیں رائج ہونے لگی تھیں۔ ماہرین لسانیات نے اس عہد میں رائج بولیوں اور زبانوں کو ان کے علاقے اور خصوصیات کی بنیاد پر چار گروہوں : بیرونی، وسطی، اندرونی اور پہاڑی میں منقسم کیا ہے۔

بیرونی بولیوں اور زبانوں میں مغربی پنجابی (لہندا)، سندھی، مراٹھی، آسامی، بنگالی، اڑیا، میتھلی، مگہی اور بھوجپوری شامل ہیں۔ وسطی بولیوں اور زبانوں میں اودھی، بگھیلی اور چھتیس گڑھی ہیں جنھیں مشرقی ہندی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اندرونی بولیوں اور زبانوں میں کھڑی بولی، ہریانوی، برج، بندیلی، قنوجی، مشرقی پنجابی، گجراتی، راجستھانی، بھیلی اور خاندیشی شامل ہیں۔ پہاڑی بولیوں اور زبانوں میں نیپالی، گڑھوالی اور شملہ کے آس پاس کی پہاڑی بولیاں شامل ہیں۔

متذکرہ بالا بولیوں اور زبانوں میں سے کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی چونکہ شمالی ہندوستان کے ان مغربی علاقوں میں رائج تھیں جن کا تعلق اندرون سے تھا اس لیے ان پانچوں بولیوں نے ایک دوسرے کو خوب متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان بعض مماثلتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ انہی مماثلتوں کی بنیاد پر گریرسن نے ان پانچوں بولیوں کے مجموعے کو 'مغربی ہندی' سے تعبیر کیا ہے۔

مغربی ہندی کی مذکورہ بالا پانچوں بولیوں یعنی کہ کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی نے اگرچہ اردو کو متاثر کیا لیکن سب سے زیادہ جس بولی نے اسے متاثر کیا وہ ہے کھڑی بولی۔ اسے بخوبی سمجھنے کے لیے آیئے دہلی اور نواح دہلی کی ان پانچوں بولیوں کی لسانی خصوصیات پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔

ماہرین لسانیات نے مذکورہ بالا پانچوں بولیوں کو ان کی بعض لسانی خصوصیات کی بنیاد پر دو گروہوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلے گروہ میں برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی تو دوسرے گروہ میں کھڑی بولی اور ہریانوی شامل ہیں۔

برج بھاشا گروہ میں مذکر ضمائر، صفات، اسما اور افعال وغیرہ بالعموم واؤ (و) پر ختم ہوتے ہیں۔ مثلاً بیٹو/ لڑکو/ دادو/ نانو (اسما)، بڑو/ چھوٹو/ اچھو/ برو (صفات)، آیو/ گیو/ بیٹھو/ کھایو (افعال) اور میرو /تمھارو/ ہمارو/ تیرو (ضمائر)۔ چنانچہ اس کے مطابق جو جملے وجود میں آئے، وہ کچھ اس طرح تھے/ ہیں: 'میرو بڑو بیٹو دلی گیو'/ 'تمھارو بڑو بیٹو میرو کہیو نہ مانیو'۔ اس طرح کی بولیاں دہلی کے جنوب

مشرقی علاقے آگرہ اور متھرا وغیرہ میں رائج تھیں/ ہیں۔

کھڑی بولی گروہ میں مذکر ضمائر، صفات، اسما اور افعال وغیرہ بالعموم الف (ا) پر ختم ہوتے ہیں۔ مثلاً بیٹا/ لڑکا/ دادا/ نانا (اسما)، بڑا/ چھوٹا/ اچھا/ برا (صفات)، آیا/ گیا/ بیٹھا/ کھایا (افعال) اور میرا /تمھارا/ ہمارا/ تیرا (ضمائر)۔ چنانچہ اس کے مطابق جو جملے وجود میں آئے وہ کچھ اس طرح تھے/ ہیں: 'میرا بڑا بیٹا دلی گیا' /'تمھارا بڑا بیٹا میرا کہنا نہیں مانتا ہے'۔ اس طرح کی بولیاں میرٹھ، روہیل کھنڈ، انبالہ، سہارن پور، مظفر نگر، دہلی، رہتک، حصار اور پٹیالہ وغیرہ میں رائج تھیں/ ہیں۔ اس کی مثال گیارہویں صدی کے ایک جین عالم ہیم چندر (1172-1088) کی قواعد 'ہیم چندر شبدانوشاسن' سے دی جاسکتی ہے جس میں لفظوں کی کھڑی شکلیں ملتی ہیں۔ مثلاً

بھلاّ ہوآ جو ماریا، بہنی مھارا کنتُ

لجّے جم تُ واسیاہو جئ بھگّا گھر انتُ

(بھلا ہوا بہن جو میرا کنت [پیارا شوہر] مارا گیا، جو بھاگا ہوا گھر آتا تو ہم عمر سہیلیوں میں مجھے لاج آتی)

'ہیم چندر شبدانوشاسن' میں شامل محولہ بالا دوہے کی پوری ساخت کھڑی بولی پر مبنی ہے۔ اس میں مستعمل الفاظ بھلاّ (بھلا)، ہوآ (ہوا)، ماریا (مارا گیا)، مھارا (ہمارا یا میرا)، بھگّا (بھاگا) طویل مصمتے (آ) پر ختم ہو رہے ہیں۔ اردو نے اپنے ابتدائی زمانے ہی سے 'آ' پر ختم ہونے والے ضمائر، صفات، اسما اور افعال کو اختیار کیا جو کھڑی بولی کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اس لیے اردو کی اصل و اساس یا بنیاد کھڑی بولی ہے۔

5.5 اردو زبان کا کھڑی بولی سے رشتہ

سابقہ اوراق میں آپ کو بتایا جاچکا ہے کہ وسط ہند آریائی عہد (500 ق م تا 1000 عیسوی) میں شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں اپنی مختلف خصوصیات کے ساتھ مختلف اپ بھرنش زبانیں رائج تھیں۔ ان میں سے ایک اپ بھرنش کا تعلق شورسین دیس (متھرا کے اردگرد کا علاقہ) سے تھا جہاں شورسینی پراکرت رائج تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بطن سے پیدا شدہ زبان کو شورسینی اپ بھرنش کا نام دیا گیا۔ 1000 عیسوی کے بعد اس کے بطن سے دہلی اور نواح دہلی میں کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی پیدا ہوئیں۔ بارہویں صدی میں فارسی، عربی اور ترکی زبان بولنے والوں (مسلمانوں) کی ایک بڑی تعداد پنجاب کے راستے یہاں آتی ہے اور 1193 میں دہلی کو فتح کر لیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دہلی فارسی، عربی اور ترکی بولنے والوں کی راجدھانی بن جاتی ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس میں حاکم اور رعایا دونوں ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیاسی، سماجی اور روزمرہ کی دیگر ضروریات کے پیش نظر حاکموں اور رعایا نے ایک دوسرے کی بولی یا زبان کو سمجھنے کے لیے ایک دوسرے کی بولیوں اور زبانوں کے الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیے۔ کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی چونکہ بڑے پیمانے پر رائج

تھیں۔علاوہ ازیں فارسی ،عربی اورترکی حاکموں کی زبانیں تھیں اس لیے مقامی بولیوں پران کے اثرات بڑی تیزی سے مرتب ہونے لگے تھے۔فارسی ،عربی اورترکی بولنے والے چونکہ دہلی اور نواح دہلی میں تھے اس لیے انھوں نے کھڑی بولی اور ہریانوی کوسب سے زیادہ متاثر کیا خصوصاً کھڑی بولی کو۔کیونکہ یہ بولی دہلی کے شمال مشرق اور مغربی اترپردیش کے علاقوں (بالائی دوآبے) میں رائج تھی۔ چنانچہ سماجی ضرورتوں نے دونوں کے درمیان میل جول اوراختلاط پیدا کیا جس سے رفتہ رفتہ ایک نئی تہذیب اورایک نئی زبان وجود میں آئی جسے اردو کے نام سے پوری دنیا جانتی ہے۔

پچھلے اوراق میں آپ کوجدید ہندآریائی زبانوں کی تفصیل بتاتے ہوئے بیرونی، وسطی، اندرونی اور پہاڑی بولیوں کے متعلق بتایا جا چکا ہے۔اردوزبان کی پیدائش کے حوالے سے اندرونی بولیوں اور زبانوں کی بڑی اہمیت ہے۔کیونکہ اس کی بیشتر بولیوں اورزبانوں نے اردوکوکم یا زیادہ ضرور متاثر کیا۔ خصوصاً پنجابی، گجراتی، راجستھانی، ہریانوی، برج بھاشا اور کھڑی بولی نے اردو کو بے پناہ متاثر کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان بہت سی مماثلتیں درآئی ہیں جن کی بنیاد پر ماہرین لسانیات نے اردوکو پنجابی، برج، ہریانی اور کھڑی بولی سے ماخوذ بتایا ہے۔جبکہ ان تمام بولیوں اورزبانوں کے درمیان تمام تر مماثلتوں اور مشابہتوں کے باوجود کچھ ایسی بنیادی لسانی خصوصیات ہیں جن کی بنیاد پر یہ تمام بولیاں اورزبانیں رفتہ رفتہ آج ایک الگ زبان کے طور پر جانی جاتی ہیں۔لیکن کھڑی بولی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ یہ وہ بولی ہے جس نے مرورایام کے ساتھ معدوم ہوکر ہندی کی شکل اختیار کر لی تھی جسے آج ہم اردو کہتے ہیں۔یعنی اگر ہم یہ کہیں کہ اردواور کھڑی بولی کے درمیان ماں بیٹی کا رشتہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔

اردواور کھڑی بولی کے درمیان اس رشتے کومزید واضح کرنے کے لیے کم ازکم پنجابی، برج بھاشا، ہریانی اور کھڑی بولی کی لسانی خصوصیات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔چنانچہ آیئے سب سے پہلے پنجابی کی لسانی خصوصیات پرغور کریں۔

حافظ محمود شیرانی نے اردو کی جائے پیدائش پنجاب کوقرار دیا ہے اوراسے وہاں کی زبان پنجابی سے مشتق بتایا ہے۔اس کی تصدیق کے لیے انھوں نے اردواور پنجابی کے درمیان بعض مشترک لسانی خصوصیات کا بھی ذکر کیا ہے۔بقول ان کے ان کی تذکیروتانیث اور جمع اورافعال کی تصریف کا اتحاد اسی ایک نتیجے کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اردواور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے۔دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے اور جب سیانی ہوگئی ہیں تب ان میں جدائی واقع ہوئی ہے۔' جبکہ قدیم اردواور پنجابی کے درمیان بے پناہ اختلافات ہیں۔مثلاً اردو کی ہکاری آوازیں ڈھ، جھ، گھ، بھ اور دھ وغیرہ پنجابی میں بالعموم حذف ہوجاتی ہیں (دھیان = دیان، گھوڑا = کوڑا)۔کسی بھی لفظ کے درمیان میں آیا ہوا 'ہ' پنجابی میں ہمزہ کی آواز میں بدل جاتا ہے (شہر=شئر ،لاہور=لاؤر)۔لہجہ کو بلند کرنے کے لیے عام طور پرافعال کے آخر میں 'ہ' کا اضافہ

کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً کرو = کرہو، جان = جانہہ، راتیں = رہاتیں وغیرہ۔

زبان کی ساخت اور دیگر زبانوں سے اس کے رشتے کو متعین کرنے میں ضمائر کی بے پناہ اہمیت ہے۔ واحد متکلم اور واحد مخاطب ضمائر سے قطع نظر دونوں زبانوں کے بیشتر ضمائر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ واحد غائب حالت فاعلی 'یہ' کو پنجابی میں 'ایہہ' سے بدل دیا جاتا ہے۔ واحد ہو یا جمع، پنجابی کی حالت اضافی قدیم اردو سے ہمیشہ مختلف رہی ہے۔ اردو میں مستعمل 'کا، کی، کے' پنجابی میں 'دا، دی، دے' ہوجاتا ہے۔ اردو میں مستعمل 'ہمیں' پنجابی میں 'اسی' ہوجاتا ہے۔ 'ہمارا' پنجابی میں 'ساڈا' اور 'تُم' پنجابی میں 'تُسیں' ہوجاتا ہے۔ ضمائر اشارہ 'اتنا' اور 'اُتنا' پنجابی میں 'اِنّا' اور 'اُنّا' ہوجاتا ہے۔

اعداد بھی زبانوں کے رشتے کو متعین کرتے ہیں۔ اردو میں مستعمل بیشتر اعداد پنجابی سے مختلف ہیں۔ مثلاً 'تین' کو پنجابی میں 'تن' کہتے ہیں۔ 'گیارہ' کو 'گیاراں' کہا جاتا ہے۔ اردو کا 'بیس' پراکرت کی 'بسی' سے ماخوذ ہے جبکہ پنجابی کا 'بیس' سنسکرت کے 'ونشی' سے زیادہ قریب ہے۔ پنجابی میں 'س' کو ادا نہ کرنے کے رجحان کے سبب پنجابی کے بیشتر اعداد سے 'س' کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً 'اُنیس' کو پنجابی میں 'اُنّی'، 'بیس' کو 'بی'، 'اکیس' کو 'اِکّی'، 'تیس' کو 'تیہہ'، 'اکتیس' کو 'اکتّی'، 'پینسٹھ' کو 'پینٹھ'، چالیس' کو 'چالی'، 'پچاس' کو 'پنجاہ' کہا جاتا ہے۔

پنجابی میں حالیہ ناتمام بنانے کے لیے مادہ میں 'دا' بڑھایا جاتا ہے۔ مثلاً: مرتا = مردا، نکلتا = نکلدا، پیتا = پیندا، جیتا = جیوندا، کہتا = کہیندا وغیرہ۔ پنجابی کے بعض مستعمل حروف اردو میں نہیں ملتے۔ مثلاً 'نوں' (کو)، 'وِچ' (بیچ)۔ پنجابی زبان کے بعض مستعمل اسما اردو میں نہیں ملتے۔ مثلاً پیو (باپ)، بھرا (بھائی)، پُت (بیٹا/پُتر)، رنّ (بیوی)، دھی (کاکی)، کُڑی (بیٹی/لڑکی)، کُکّڑ (مرغ)، کیس (بال)، نکّا (چھوٹا)، واج (آواز)، ورودھ (دشمنی) وغیرہ۔ اسی طرح بعض افعال بھی نہیں ملتے۔ مثلاً گھالنا (بھیجنا)، بھیا/ بھیے (ہوا/ ہوئے)، وسارنا (بسرنا)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ صوتی اعتبار سے اردو کا 'ب' پنجابی میں 'و' ہوجاتا ہے۔ مثلاً وال (بال)، وچارنا (بچارنا)، وسارنا (بسرنا) وغیرہ۔

اردو اور پنجابی کے مذکورہ بالا اختلافات کے باوجود ان دونوں زبانوں کے درمیان بہت سی مماثلتیں بھی ہیں لیکن اس کی بنیاد پر پنجابی کو اردو کی ماں قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ مماثلتیں زیادہ تر لفظی اور صوتی تغیرات سے متعلق ہیں۔ ایسی خصوصیتیں جن کا براہ راست تعلق زبان کی تعمیر و تشکیل سے ہوتا ہے ناپید ہے۔

دراصل امیر سبکتگین (م: 997) کے فرزند اور جانشین محمود غزنوی (م: 1030) نے 1001 عیسوی سے 1027 عیسوی کے درمیان پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں پر پے در پے حملے کیے اور لاہور پر قبضہ کر کے ایک ترک حاکم کو مقرر کر دیا تھا۔ اس کے بعد فارسی بولنے والوں کی ایک بڑی

تعداد پورے پنجاب میں پھیل گئی تھی۔ یہاں ان لوگوں نے تقریباً دوسو سال قیام کیا اور اس مدت میں جو زبان وجود میں آئی وہ پنجابی کہلائی۔ اسی زمانے میں دہلی اور اس کے گردونواح میں برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانوی وغیرہ بھی وجود میں آئیں۔ شہاب الدین غوری کا قافلہ پنجاب ہی سے دہلی آیا تھا جس نے 1193 میں دہلی کو فتح کیا۔ اس کا قافلہ چونکہ پنجاب سے آیا تھا اس لیے اردو پر پنجابی کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں ایک خاص علاقے اور اس کے گردونواح میں پیدا ہونے والی مختلف بولیوں اور زبانوں کے طلوع کے وقت ان کے درمیان بعض مماثلتوں اور مشابہتوں کا در آنا فطری بات ہے۔ اسی لیے اکثر یہ مغالطہ ہوجاتا ہے کہ اردو پنجابی سے نکلی جبکہ اردو کے وجود کو پنجابی سے وابستہ کرنا یا یہ کہنا کہ اردو پنجابی سے مشتق ہے لسانیاتی نقطۂ نظر سے غلط ہے۔

پنجابی کی لسانی خصوصیات پر غور کرنے کے بعد آیئے اب برج بھاشا کی لسانی خصوصیات پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔

برج بھاشا دہلی کے جنوب مشرق کی بولی ہے۔ اس کا مرکز متھرا ہے جس کے جنوب میں آگرہ، فیروزآباد، بھرت پور، دھول پور اور گوالیار ہے۔ علاوہ ازیں یہ بولی جے پور کے مشرقی حصوں میں بھی رائج ہے۔ شمال میں یہ بھاشا گڑگاؤں کے مشرقی حصوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ متھرا کے شمال مشرق میں یہ ایٹہ، علی گڑھ، بلندشہر، مین پوری، بدایوں اور بریلی کے اضلاع میں رائج ہے۔

برج بھاشا کی بنیادی خصوصیت اس کے ضمائر، افعال، اسما، صفات وغیرہ کا واؤ (و) پر ختم ہونا ہے۔ اس کے باوجود اس نے اردو کو خوب متاثر کیا۔ مثلاً برج بھاشا میں سنسکرت کے 'ی' کو 'ج' میں بدل دیا جاتا ہے (جتن = یتن، جمنا = یمنا اور جوگی = یوگی وغیرہ)۔ اسی طرح سنسکرت کی معکوسی انفی آوازیں 'نڑ'، 'ن' میں بدل جاتی ہیں۔ رن (رنڑ)، درپن (درپنڑ)، چرن (چرنڑ) وغیرہ۔ سنسکرت کا 'و' برج میں 'ب' ہوجاتا ہے۔ مثلاً برہ (ورہ)، بچن (وچن)۔ 'ل' کی آواز 'ر' میں بدل جاتی ہے۔ مثلاً ڈارنا (ڈالنا)، بادر (بادل)، کاری (کالی)، ہوری (ہولی) وغیرہ۔ سنسکرت کا 'ش' برج میں 'س' ہوجاتا ہے۔ مثلاً دیس (دیش)، سندیسہ (سندیش) اور دوس (دوش) وغیرہ۔ سنسکرت کے مصمتی خوشے (Consonant Clusters) برج بھاشا میں توڑ دیے جاتے ہیں۔ مثلاً پیم (پریم)، میت (متر) وغیرہ۔ فعل حال بنانے کے لیے فعلی مادے کے اخیر میں 'ت' جوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً کرت، بھرت، جلت، چلت، پھرت وغیرہ۔

برج بھاشا کی مذکورہ بالا تقریباً تمام خصوصیات قدیم اردو میں پائی جاتی ہیں لیکن اس کی بنیاد پر اسے اردو کی ماں قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ سب سے بڑا فرق اس کے اسما، صفات، افعال اور ضمائر کا 'و' پر ختم ہونا ہے۔ مثلاً بیٹو/ لڑکو/ دادو/ نانو (اسما)، بڑو/ چھوٹو/ اچھو/ برو (صفات)، آیو/ گیو/ بیٹھو/ کھایو (افعال) اور میرو/ تمھارو/ ہمارو/ تیرو (ضمائر)۔ چنانچہ اس کے مطابق جو جملے وجود میں آتے ہیں، وہ

کچھ اس طرح ہوتے ہیں: 'میرو بڑو بیٹو دلی گیو'، 'تمھارو بڑو بیٹو میرو کہیو نہ مانیو'۔ جبکہ اردو کے اسما، افعال، صفات اور ضمائر الف (ا) پر ختم ہوتے ہیں۔ مثلاً 'میرا بڑا بیٹا دلی گیا/تمھارا بڑا بیٹا میرا کہنا نہیں مانتا'۔

برج بھاشا کے بعد آیئے اب ہریانوی بولی اوراس کی لسانی خصوصیات پر غور کریں۔

ہریانوی کو بانگڑو اور جاٹو بھی کہا جاتا ہے۔ دہلی کے شمال مغرب میں واقع ہریانہ کے اضلاع رہتک، حصار، کرنال وغیرہ میں خالص ہریانوی بولی جاتی ہے۔ یہ زبان پنجابی سے بہت متاثر ہے جو اس کے شمال میں بولی جاتی ہے۔ شمال مشرق میں کھڑی بولی کا چلن ہے جبکہ اس کے جنوب مغرب میں راجستھانی رائج ہے۔ یہ وہ بولی ہے جس سے ہماری قدیم اردو کچھ اس طرح متاثر نظر آتی ہے کہ پہلی نظر میں ہم اسی کو اردو کی ماں قرار دے دیتے ہیں۔ مثلاً 'ڑھ' کی آواز ہریانوی میں نہیں ہے، یہ 'ڈھ' میں بدل جاتی ہے۔ اسی طرح 'ڑ' کی آواز 'ڈ' سے بدل جاتی ہے اور قدیم اردو میں ہمیں ہریانوی کے مطابق الفاظ پڈھے (پڑھے)، بڈائی (بڑائی)، پڈھنا (پڑھنا) اور چڈھنا (چڑھنا) وغیرہ کثرت سے ملتے ہیں۔ ہریانوی میں مصوتوں کو طول دینے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ مثلاً راکھ (رکھ)، لاگا (لگا)، باگل (بغل)، جاگہ (جگہ)، ماٹی (مٹی) وغیرہ۔ مصوتوں کو انفیانے کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً کونچ (کوچ)، توں (تو) پہلیں (پہلے)، برسانت (برسات)، سنتانا (ستانا)، سیں (سے) وغیرہ۔ مصمتوں کی غیر ہکاریت یا غیر نفسیت بھی ہریانوی کی ایک خصوصیت ہے۔ مثلاً بی (بھی)، مج (مجھ)، ابی (ابھی)، کچ (کچھ)، سکی (سکھی)، ہات (ہاتھ)، دود (دودھ)، ساتی (ساتھی) وغیرہ۔

ہریانوی میں 'نے' کا استعمال علامت فاعل اور علامت مفعول دونوں کے طور پر ہوتا ہے۔ مثلاً 'آدمی برا اچھے تو شراب نے کیا کرنا'۔ ماضی مطلق بنانے کے لیے مصمتوں پر ختم ہونے والے فعلی مادوں کے بعد 'یا' جوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ماریا (مارا)، چلیا (چلا)، دیکھیا (دیکھا)، بولیا (بولا)، کہیا (کہا) وغیرہ۔ جمع بنانے کے لیے اسم کے آخر میں 'اں' لگاتے ہیں۔ مثلاً عاشقاں، عارفاں، پلکاں، بلبلاں وغیرہ۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہریانوی کی مذکورہ بالا لسانی خصوصیات قدیم اردو میں پائی جاتی ہیں بلکہ اردو کے قدیم روپ کو اگر کسی زبان نے سب سے زیادہ متاثر کیا تو وہ ہے ہریانوی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کا اثر زائل ہونے لگتا ہے اور اردو میں موجود کھڑی بولی کی خصوصیات نہ صرف یہ کہ باقی رہتی ہیں بلکہ مرور ایام کے ساتھ اس میں مزید پختگی آجاتی ہے۔ چنانچہ آیئے اب یہ دیکھیں کہ کھڑی بولی نے اردو کو اپنے قالب میں کیسے ڈھالا۔

کھڑی بولی نواح دہلی (شمال مشرقی خطے) کی بولی ہے اور مغربی یوپی یعنی بالائی دوآبے میں میرٹھ، مظفر نگر، سہارن پور، بجنور، مراد آباد اور رام پور کے اضلاع میں بولی جاتی ہے۔ کھڑی بولی کی سب

سے نمایاں خصوصیت اس کے مذکر ضمائر، اسما، صفات اور افعال وغیرہ کا بالعموم الف (ا) پر ختم ہونا ہے۔ مثلاً میرا/ تیرا/ ہمارا/ تمھارا (ضمائر)، بیٹا/ لڑکا/ دادا/ نانا (اسما)، بڑا/ چھوٹا/ اچھا/ برا (صفات)، آیا/ گیا (افعال) وغیرہ۔ اسی بولی پر فارسی اور عربی کے لسانی اثرات سب سے زیادہ مرتب ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ بارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں فارسی اور عربی کے عناصر کھڑی بولی کے خمیر میں شامل ہونے لگے تو اردو وجود میں آئی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ف، ز، خ، غ جیسی آوازیں کھڑی بولی میں داخل ہوئیں۔ امیر خسرو (1325-1253) کے یہاں پہلی بار اس کا ادبی اظہار پایا جاتا ہے۔ یہی زبان ہریانوی عناصر کی شمولیت کے ساتھ علاؤالدین خلجی اور اس کی فوجوں کے ساتھ 1294 میں دکن پہنچتی ہے اور 1327 میں محمد تغلق کے زمانے میں دکن پر حکومت کرنے لگتی ہے۔ کیونکہ اسی سال تغلق نے اپنا پایۂ تخت دہلی سے دولت آباد (دیوگری) منتقل کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اردو دکن کی مختلف زبانوں مثلاً گجراتی، مراٹھی، تیلگو اور تمل وغیرہ سے متاثر ہوئی۔ یہ اثر پذیری لہجے، تلفظ اور کسی قدر الفاظ کی سطح پر ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سترہویں صدی میں شمال کا غلبہ بڑھنے لگا تو یہ اثرات کم ہونے لگے تھے۔ نتیجتاً اردو پر کھڑی بولی کے اثرات نہ صرف یہ کہ پورے طور پر واضح ہو جاتے ہیں بلکہ اس میں مزید پختگی آ جاتی ہے۔

کھڑی بولی کی وہ خصوصیات جنھیں اردو نے اختیار کیا، ان میں سب سے اہم ہے مذکر اسما، صفات، افعال اور ضمائر وغیرہ کا بالعموم الف (ا) پر ختم ہونا۔ مثلاً بیٹا/ لڑکا/ دادا/ نانا (اسما)، بڑا/ چھوٹا/ اچھا/ برا (صفات)، آیا/ گیا/ بیٹھا/ کھایا (افعال) اور میرا/ تمھارا/ ہمارا/ تیرا (ضمائر)۔ اس کے علاوہ زمانۂ حال بنانے کے لیے مادے کے ساتھ لاحقہ 'ت' کا استعمال۔ مثلاً کرت، بھرت، جلت، چلت اور پھرت وغیرہ۔ ماضی مطلق بنانے کے لیے مادے کے ساتھ 'یا' یا 'یَا' کا استعمال کیا جانا۔ مثلاً رہیا، کہیا، ملیا وغیرہ۔ کھڑی بولی میں ضمائر کے طور پر 'ہم، تم، مجھ، تجھ، وہ، میرا، میرے، آپ، اپنے، ان وغیرہ مستعمل ہیں۔ اسی طرح حروف (Particles) 'کا، کی، کے' کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جدید ہند آریائی زبانوں کی ساخت تقریباً ایک ہے۔ علاوہ ازیں ابتدا میں ان زبانوں کے درمیان بہت سی مماثلتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ لفظوں کا تبادلہ ہے۔ شمالی ہند کی بیشتر بولیاں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جاتی رہی ہیں جس سے پنجابی کی خصوصیات کھڑی بولی میں، کھڑی کی برج میں، برج کی گجراتی میں، گجراتی کی ہریانوی میں اور ہریانوی کی خصوصیات کھڑی بولی میں تحلیل ہوتی رہی ہیں۔ محض اثرات یا خصوصیات کی بنیاد پر کسی زبان کو کسی زبان کی ماں یا اس کا ماخذ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اردو کے ماخذ کو لے کر ماہرین لسانیات کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ اسی سبب سے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پنجابی، برج، ہریانوی اور کھڑی بولی کی لسانی خصوصیات اور موجودہ اردو کی لسانی خصوصیات کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو کی بنیاد کھڑی بولی ہے۔

کیونکہ بیشتر بولیوں کے ضمائر، صفات، اسما اور افعال وغیرہ عموماً مختلف ہیں اور اسی کی بنیاد پر ان زبانوں کی شناخت کی جاتی ہے۔ اردو کے ضمائر، صفات، اسما اور افعال وغیرہ کھڑی بولی سے قریب ہیں۔ جیسے جیسے اردو نے معیاری شکل اختیار کی ویسے ویسے یہ زبان کھڑی بولی سے مزید قریب ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے اردو اور کھڑی بولی کے درمیان ماں بیٹی کا رشتہ ہے۔ یعنی کھڑی بولی اردو کی ماں ہے۔ دہلی اور اس کے گردونواح کی دیگر بولیوں مثلاً برج بھاشا، بندیلی، قنوجی اور ہریانوی نے اسے متاثر ضرور کیا۔ نوک پلک درست کرنے، سجنے، سنورنے اور نکھرنے میں ان بولیوں نے اردو کی بھرپور مدد کی لیکن جننی کھڑی بولی ہے۔

5.6 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ

- اردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے جس کا رشتہ وسط ہند آریائی زبانوں سے ہوتے ہوئے قدیم ہند آریائی زبان سنسکرت سے قائم ہوتا ہے
- مغربی ہندی کی بعض بولیوں مثلاً کھڑی بولی، پنجابی، برج بھاشا، ہریانوی، گجراتی اور مراٹھی وغیرہ سے اردو متاثر تو ہوئی لیکن سب سے زیادہ اس نے کھڑی بولی کے اثر کو قبول کیا
- اردو کی اصل و اساس یا بنیاد کھڑی بولی ہے
- اردو اور کھڑی بولی کے درمیان ماں بیٹی کا رشتہ ہے۔ یعنی کھڑی بولی اردو کی ماں ہے

5.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ اردو کا تعلق کس ہند آریائی عہد سے ہے؟

2۔ ایک ہزار عیسوی کے آس پاس دہلی اور نواح دہلی میں رائج ان پانچ بولیوں کے نام بتائیں جنھیں گریرسن نے مغربی ہندی سے تعبیر کیا ہے۔

3۔ کس بولی کو اردو کی اصل و اساس یا بنیاد قرار دیا جاتا ہے؟

4۔ اردو کی پیدائش کہاں اور کس صدی میں ہوئی؟

5۔ اردو اور کھڑی بولی کے درمیان کس طرح کا رشتہ ہے؟

5.8 سوالات کے جوابات

1۔ اردو کا تعلق جدید ہند آریائی عہد سے ہے۔

2۔ ایک ہزار عیسوی کے آس پاس دہلی اور نواح دہلی میں رائج جن پانچ بولیوں کو گریرسن نے مغربی ہندی سے تعبیر کیا ہے، ان کے نام ہیں: برج بھاشا، بندیلی، قنوجی، ہریانوی اور

کھڑی بولی۔

3۔ کھڑی بولی کو اردو کی اصل و اساس یا بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔

4۔ اردو کی پیدائش دہلی اور اس کے گرد و نواح میں بارہویں صدی عیسوی میں ہوئی۔

5۔ دہلی اور نواح دہلی میں رائج برج بھاشا، بندیلی، قنوجی، ہریانوی اور کھڑی بولی کے اثرات اردو میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن قواعدی نقطۂ نظر سے اردو کی ساخت کھڑی بولی کی ساخت ہے۔ خصوصاً ضمائر، صفات، اسما اور افعال وغیرہ کھڑی بولی سے ماخوذ ہیں۔ کھڑی بولی کی طرح اردو کے ضمائر، صفات، اسما اور افعال وغیرہ 'آ' پر ختم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اردو کا کینڈا اور ڈھانچہ کھڑی بولی سے ماخوذ ہے۔ اس لیے ان دونوں کے درمیان ماں بیٹی کا رشتہ ہے۔

5.9 فرہنگ

لفظ	معنی
اساس	بنیاد
بطن	پیٹ، شکم، کسی چیز کا اندرونی حصہ
گرد و نواح	آس پاس
آماجگاہ	نشانہ کی جگہ، گھر
اختلاط	میل جول، پیار محبت
معدوم	ختم
مماثلت	ایک ہی طرح کا ہونا
مشابہت	ایک ہی شکل کا ہونا
ماہر لسانیات	زبان کی ابتدا، ارتقا اور تشکیل کے بارے میں علم رکھنے والا
لسانی	زبان سے متعلق
ساخت	بناوٹ
کینڈا	خاکہ، ڈھانچہ، بناوٹ
رعایا	محکوم لوگ
حاکم	حکومت کرنے والا
رائج	جاری، عام
مشتق	نکلا ہوا، وہ لفظ جو کسی دوسرے لفظ سے بنا ہو
تصریف	مصدر کی گردان کرنا، پھیرنا، بدلنا
پَے در پَے	لگاتار، مسلسل
طلوع	نکلنا، بلند ہونا

لفظ	معنی
مرور ایام	دنوں کا گزرنا/ چلا جانا
سابقہ	پچھلا
مغالطہ	غلطی
خالص	پاک، صاف، بغیر ملاوٹ کے
ولادت گاہ	پیدائش کی جگہ
مشترک	ملا جلا
حذف	ختم
صوتی تغیرات	آواز کی تبدیلی
معکوسی	الٹا، اوندھا، ٹیڑھا
انفی	غنہ کی آواز
ناپید	کسی چیز کا موجود نہ ہونا
زائل	ختم
پختہ	مضبوط
عناصر	عنصر کی جمع
بالعموم	عام طور سے
مفقود	ختم ہونا
مستعمل	استعمال ہونے والی
ماخذ	بنیاد
جننی	ماں، پیدا کرنے والی

5.10 کتب برائے مطالعہ

مسعود حسین خاں — مقدمہ تاریخ زبان اردو — ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 2008

شمس الرحمٰن فاروقی — اردو کا ابتدائی زمانہ — مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، 2011

سید محی الدین قادری زور — ہندوستانی لسانیات — نسیم بکڈپو، لکھنؤ، 1993

سنیتی کمار چٹرجی — ہند آریائی اور ہندی — قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1993

محمود شیرانی — پنجاب میں اردو — نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، 1970

جمیل جالبی — تاریخ ادب اردو (جلد اول) — ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1977

شوکت سبزواری — اردو زبان کا ارتقا — چمن بکڈپو، دہلی، 1956

مرزا خلیل بیگ — اردو کی لسانی تشکیل — ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 2019

اکائی 6 اردو، ہندی اور ہندوستانی

ساخت :

6.1 اغراض ومقاصد

6.2 تمہید

6.3 ہندوستانی کی تعریف

6.4 اردو، ہندی کا ارتقا

6.5 ہندوستان کی لنگوا فرینکا

6.6 آپ نے کیا سیکھا

6.7 اپنا امتحان خود لیجیے

6.8 سوالات کے جوابات

6.9 فرہنگ

6.10 کتب برائے مطالعہ

6.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ کو یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ

- اردو، ہندی اور ہندوستانی کسے کہتے ہیں
- اس سے مراد کیا ہے
- اصل میں یہ کون سی زبان ہے
- آج اس کی شکل کیا ہے

6.2 تمہید

آزادی کے بعد ہندوستان میں ایک طرف سیاسی، معاشی اور سماجی وتہذیبی اتھل پتھل تھی تو دوسری جانب مشترکہ زبان کا مسئلہ درپیش تھا۔ ایک طرف اردو تھی تو دوسری طرف ہندی اور درمیان میں گاندھی جی کی پیش کردہ ہندوستانی جس کے بارے میں سمپورنانند جی، بابو پرشوتم داس ٹنڈن اور ہندی ساہتیہ سمیلن والوں کا کہنا تھا کہ ''ہمیں ڈر ہے کہ ہندوستانی مبہم نام دے کر ملک پر کہیں اردو نہ تھوپ دی جائے۔'' اور دوسرے گروہ کا یہ کہنا تھا کہ ''ہندوستانی کے نام پر کہیں ہندی کا پرچار نہ شروع ہو جائے۔'' اردو اور ہندی کے حامیوں میں ان دونوں کی اصل، ان کی ترقی وفروغ، ان کی موجودہ حالت وکیفیت اور مستقبل میں ان کے ارتقاء کے متعلق شدید اختلاف رائے ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اردو کے بعض طرفدار ہندی کے اور ہندی کے بیشتر جوشیلے مدعی اردو کے وجود سے ہی انکار

کرتے ہیں۔ان کی نظر میں ہمارے ملک کی یہ بڑی بڑی زبانیں تنگ نظری،ضد اور شرارت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں اور ترقی کر رہی ہیں۔اردو کے متعلق فرماتے ہیں کہ ’’وہ کھڑی بولی کا ’کرترم روپ ‘یعنی بگڑا ہوا نقلی روپ ہے اس کا اصلی روپ ہندی ہے۔‘‘ ڈاکٹر دھریندر ورما لکھتے ہیں کہ ’’چونکہ ہمارے حاکم اب بدل گئے ہیں۔(یعنی مسلمانوں کی جگہ انگریز ہندوستان کے حکمراں ہیں) اس لیے پہلے کے مقابلے میں اب اردو کا مستقبل اتنا روشن نہیں رہا۔‘‘ تو پنڈت امرناتھ جھا کہتے ہیں کہ ’’اردو کی تمام تر فضا اور روح بدیسی ہے ہندوستانی نہیں۔‘‘ دوسری طرف فراق گورکھپوری کی آواز سے آواز ملا کر بشیر احمد کہتے ہیں کہ ’’جدید ہندی ایک مصنوعی زبان ہے۔‘‘

6.3 ہندوستانی کی تعریف

ہم جانتے ہیں کہ اردو، ہندی کا ارتقا ایک ساتھ ہوا۔دونوں زبانوں کا تعلق ہند آریائی سے ہے۔ان زبانوں کا ابتدائی ادب بھی مشترک ہے۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ابتدا میں ان کا رسم خط اردو ہی تھا لیکن بعد میں خصوصاً فورٹ ولیم کالج کے بعد دونوں زبانوں میں خلا پیدا ہونا شروع ہوا اور بعد میں ایک ہی ماں کی دو بیٹیاں ہونے کے باوجود چند سیاسی وجوہ کی بنیاد پر ایک دوسرے کی دشمن ہوگئیں۔ مہاتما گاندھی نے تحریک آزادی کے دوران اسی فاصلے کو کم کرنے کی کوشش کی اور ان دونوں زبانوں کو مشترکہ وراثت مانتے ہوئے انھیں ہندوستانی کا نام دیا۔ان کا ماننا تھا کہ یہ دو زبانیں نہیں ہیں ہاں اب دو مختلف رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں اس لیے یہ ہندوستانی ہے۔اس لیے ہندوستان اس زبان کا نام ہے جو پورے ملک میں عموماً اور شمالی ہند میں خصوصاً بولی اور سمجھی جاتی ہے اور عوام میں رابطے کی زبان ہے۔

6.4 اردو، ہندی کا ارتقا

ملک کے آزاد ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ہندی کے حامی زور ڈالنے لگے کہ ہندوستان کی راشٹریہ بھاشا ہونے کا حق صرف ہندی کو ہے جب کہ اس وقت بھی ہندوستان کی لنگوا فرنکا اردو ہی تھی اس لیے اردو کو اس کا حق ملنا چاہیے تھا۔صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے گاندھی جی نے ایک درمیانی صورت نکالنے کی کوشش کی جس میں انھیں کامیابی نہیں ملی۔لیکن آج بھی صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کی دوسری زبانیں بولنے والے اور لکھنے پڑھنے والے اردو بول رہے ہیں۔اسے سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور سیکھ بھی رہے ہیں۔اس کے کئی وجوہات ہیں اول تو میڈیا کا زور دوئم فلم اور ٹیلی ویژن کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور سوئم تھیٹر کا فروغ۔گویا اردو واحد زبان ہے جو عموماً عوامی رابطہ اور خصوصاً میڈیا کے لیے پر اثر زبان ثابت ہو رہی ہے اور اس کی اہمیت کو دانستہ نادانستہ طور پر لوگ ماننے لگے ہیں۔اس لیے اردو ہندی اور ہندوستانی کی بحث کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے اردو کی ابتدا اور اس کے سفر پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں۔

اب تک کی تحقیق کے مطابق اردو کی ابتدا بارہویں صدی میں ہونا قرار پائی ہے اور کھڑی بولی میں

فارسی الفاظ کی آمیزش کے ساتھ ابتدائی فقرے اور چند اشعار بابا فرید گنج شکرؒ سے منسوب ہیں۔ بابا فرید اس زبان کو ہندی یا ہندوی کہتے ہیں۔ بابا فرید ایک صوفی درویش تھے اور اس زمانے میں ہزاروں کی تعداد میں ہندوان کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ اسی سلسلے کے ایک بزرگ امیر خسرو ہیں جنھیں اردو کا خالق کہا جاتا ہے۔ امیر خسرو کی کہہ مکرنیاں، پہیلیاں، دو سخنے، ڈھکوسلے ہماری زبان کی عوامی اصل کا سب سے بڑا اور اہم ثبوت ہیں۔ خسرو نے جو زبان استعمال کی وہ ان کی اختراع کی ہوئی نہیں ہے۔ لیکن ان کی عظمت اس میں ہے کہ انھوں نے اپنے قرب و جوار کی مروجہ عوامی زبان کا ایسی ادبی تخلیق کے لیے استعمال کیا جو عوام سے متعلق تھی اور جو عوام کے لیے تھی۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کے بعد کے صوفیائے کرام نے اس زبان کو تقویت عطا کرتے ہوئے اس کو فروغ دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اب تک کی تحقیق کے مطابق اردو کی پہلی تصنیف ان صوفیائے کرام کی ہی ملتی ہے اور ابتدا سے لے کر تقریباً پانچ سو سال تک کھڑی بولی، ہندی یا ہندوی کے نام سے صوفیا، مشائخ اور فقراء اپنی مذہبی تبلیغ کے لیے اسے استعمال کرتے رہے۔ جس میں خالص ہندوستانی الفاظ بکثرت اور بلا جھجک استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اردو میں اس کی سب سے بڑی اور سب سے اچھی مثال ہمارے سامنے نظیر اکبر آبادی ہیں جو عوام سے زیادہ قریب تھے اور انہوں نے دہلی اور لکھنؤ کے شاعروں کے بنائے ہوئے قانون کا خود کو قطعی پابند نہیں بنایا۔ ہندی کے الفاظ کو ترک کرنا تو درکنار نظیر نے عام بول چال کے صدہا نئے الفاظ استعمال کر کے ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا واضح ثبوت پیش کیا ہے۔ انھوں نے ہندوستان کی ندیوں، پہاڑوں، میلوں، تیوہاروں، پھلوں، پھولوں، فصلوں یہاں تک کہ جانور اور چرند و پرند تک کو اپنی شاعری میں کثرت سے استعمال کیا ہے اسی لیے انہیں عوامی شاعر کے لقب سے نوازا گیا ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ اردو کا ابتدائی نام ہندی، ہندوی، دکنی، ریختہ یا ہندوستانی تھا۔ اس سلسلے میں شمس الرحمٰن فاروقی رقم طراز ہیں:

''ہندی/اردو ادب کی عالمانہ تاریخ کے نام سے آج کل جو مفروضات ہمارے ملک میں رائج ہیں، ان کا خاصا حصہ صرف نامزدگی کے اتفاق پر مبنی ہے۔ ہم لوگ اس بات کو اکثر بھول جاتے ہیں کہ جس زبان کو آج ہم اردو کہتے ہیں، پرانے زمانے میں اسی زبان کو 'ہندوی، ہندی، دہلوی، گجری، دکنی اور ریختہ' کہا گیا ہے۔ اب یہ نام تقریباً اسی ترتیب سے استعمال میں آئے جس ترتیب سے میں نے انھیں درج کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس زبان کا وہ روپ جو دکن میں بولا اور لکھا جاتا تھا، اسے سترہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے تقریباً وسط تک 'دکنی' ہی کہتے تھے اور شمال میں ایک عرصے تک 'ریختہ' اور 'ہندی' دونوں ہی اس زبان کے نام کی حیثیت سے ساتھ ساتھ استعمال ہوتے رہے۔''

شمس الرحمٰن فاروقی، اردو کا ابتدائی زمانہ، صفحہ۔12

اردو کی ابتدا، مقبولیت اور اہمیت کے سلسلے میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ کہتے ہیں:

''یہ وہ زبان ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کے حملے کے پہلے یہاں مستعمل تھی اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت یہ زبان ہی 'ہندوستانی' کی بنیاد یا زمین کا کام کرتی ہے۔ 'ہندوستانی' ایک نسبتاً تازہ بالائی تعمیر ہے جو فارسی اور عربی پر مشتمل ہے۔ ان دو مؤخر الذکر کا وہی رشتہ 'ہندوستانی' سے قرار دینا چاہیے جو لاطینی اور فرانسیسی کا انگریزی سے ہے۔''

بحوالہ اردو کا ابتدائی زمانہ، شمس الرحمٰن فاروقی، صفحہ۔25

اس لیے اگر مختصراً اردو ادب کی تاریخ کو دیکھیں تو چند خاص نکات ابھر کر یوں آتے ہیں:

(1) اردو کی ابتدا جس کا نام ہندی، ہندوی، دکنی، ریختہ یا ہندوستانی تھا، یہاں کی کھڑی بولی میں فارسی اور عربی کے ان الفاظ کے ملنے سے ہوئی جسے باہر سے آئے ہوئے عام مسلمان بولتے ہیں۔

(2) اس زبان کی نحوی ساخت خالصتاً ہندوستانی ہے۔

(3) شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ یہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلی اور پھر جس علاقے میں گئی وہاں کے مقامی اثرات اس نے قبول کیے۔

(4) اس کی ابتدائی تحریری صورت حکمراں، مسلم امراء اور ارباب حکومت سے وابستہ نہیں ہے۔ ان کی زبان فارسی یا ترکی تھی۔ تحریری شکل میں اس کا استعمال پہلے دور میں مسلم صوفیوں اور فقیروں نے کیا۔ یہ خود فارسی اور عربی کے عالم تھے لیکن اپنے مذہبی پیام کو ہندوستان کے عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے انھوں نے یہاں کی ہی ایک بولی اختیار کی۔

(5) پھر بھی اس پر اسلامی تہذیب کے اثرات حاوی نہیں حالانکہ اس کے ابتدائی دور کے تمام مصنف مسلمان ہیں، اس کی تمام ابتدائی کتابیں اسلام سے متعلق ہیں، اس کا رسم الخط فارسی ہے۔ اس کی ابتدائی نثر پر فارسی کا گہرا اثر ہے۔

اردو اپنے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد سے ہی عوام الناس میں مقبول ہو چکی تھی۔ کیونکہ یہ عوام کے درمیان پیدا ہوئی اور ہمیشہ حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ کی زبان رہی گرچہ دفتر کی زبان فارسی تھی۔ اس سلسلے میں ماہر لسانیات ڈاکٹر سینتی کمار چٹرجی کا کہنا ہے:

''سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندی یا ہندوستانی کا پھیلنا مرکزی مغل حکومت کا ہندوستان پر سب سے بڑا احسان ہے۔ یہ زبان دہلی دربار کے وقار کے ساتھ ہر جگہ پہنچ گئی۔ فارسی کسی قدر پیچھے ہٹ گئی۔ ہندی یا ہندوستانی جس میں کسی قدر فارسیت شامل تھی یا زبان اردوئے معلیٰ یا درباری زبان ان لوگوں میں رائج تھی جن کو دربار سے کچھ بھی تعلق تھا خواہ وہ فوج کے لوگ ہوں یا

سرکاری عہدوں پر فائز ہوں۔ مغل سلطنت کے مختلف صوبوں میں اٹھارہویں صدی میں یہی کیفیت تھی۔''

بحوالہ اردو ہندی ہندوستانی، سجاد ظہیر، صفحہ۔32

اردو کی اس مقبولیت کو دیکھتے ہوئے انیسویں صدی کے ابتدا ہی میں فورٹ ولیم کالج میں للّو لال جی نے ایک نئی زبان کی تخلیق کی کوشش کی اور ہندوستانی کو دیوناگری رسم الخط میں لکھتے ہوئے اس میں سے عربی اور فارسی کے الفاظ کی جگہ سنسکرت کے الفاظ کا دانستہ استعمال کرتے ہوئے ''پریم ساگر'' لکھی۔ اسے اس زمانے میں مقبولیت تو نہیں ملی لیکن اس صدی کے آخر میں اس پر غور وخوض کرتے ہوئے سنسکرت زدہ ہندی کی حمایت اور اردو کی مخالفت کے ساتھ زبان کو مذہب سے وابستہ کر کے دیکھنے کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سجاد ظہیر کہتے ہیں:

''انیسویں صدی کے آخری حصے میں ہندو مذہب میں اصلاح کی دو اور تحریکیں بھی اٹھیں جن کا ہندی ادب پر اثر پڑا۔ ایک سوامی دیانند سرسوتی کی آریہ سماج کی تحریک جس کی باقاعدہ بنیاد 1870 میں پڑی اور دوسری سناتن دھرم کے حلقے میں رہتے ہوئے مذہبی تجدید کی تحریک جس کے بہت بڑے مبلغ پنڈت شردھا رام پھلواری تھے۔ ان دونوں تحریکوں کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی تھا کہ ہندی زبان کو زیادہ سے زیادہ ترویج دی جائے۔ سوامی دیانند سرسوتی نے ہندی کو آریہ بھاشا کا نام دے کر اس کی ترقی کو ہر ایک ہندو کا مذہبی فریضہ قرار دیا۔''

اردو ہندی ہندوستانی، سجاد ظہیر، صفحہ 35-34

اس طرح ہم دیکھتے ہیں ہندی شمالی ہند میں خاص طور پر اتر پردیش، بہار، راجستھان اور مدھیہ پردیش میں ہندو قومی بیداری کا ایک زبردست آلہ کار بن گئی اور ان تحریکوں کے ساتھ ساتھ اسے بہت ترقی ملی۔ اسکولوں، کالجوں اور کچہریوں میں ہندی اور ناگری رسم الخط کے استعمال کا زبردست مطالبہ کیا گیا۔ بیسویں صدی کے شروع میں ''ناگری پرچارنی سبھا'' قائم ہوئی اور اس کے چند سال بعد ''ہندی ساہتیہ سمیلن'' کی بنیاد پڑی اور اسی کے ساتھ ہندی کے فروغ کے لیے اردو اور فارسی رسم الخط کی مخالفت شروع ہوئی۔ اس ذہنیت کے سلسلے میں ڈاکٹر عبدالودود فرماتے ہیں:

''تاریخ گواہ ہے کہ وہ زبان جو اردو کہی جاتی ہے سیکڑوں سال پہلے شمال ودکن، بہار، بنگال اور گجرات میں نشوونما پا چکی تھی۔ سیاسی حالات نے دیوناگری رسم الخط میں ایسی اردو لکھنے والوں کو جنم دیا جنھیں عربی و فارسی الفاظ سے دشمنی تھی۔ کوشش کی گئی کہ فارسی وعربی کے عام فہم الفاظ کی جگہ سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ کو دے دی جائے۔''

ڈاکٹر عبدالودود، اردو سے ہندی تک، صفحہ 13

ماہر لسانیات ڈاکٹر تارا چند نے اپنی مختصر کتاب The problem of Hindustani میں لکھا ہے:

''ایک نئی طرح کی اردو (وجود میں آئی) جس میں اردو فارسی کی جگہ سنسکرت الفاظ رکھ دیے گئے تھے۔ بادی النظر میں ایسا اس لیے کیا گیا کہ ہندوؤں کو ان کی اپنی ایک زبان مہیا کی جائے۔ لیکن اس اقدام کے نتائج بہت دور تک گئے اور ہندوستان آج بھی زبانوں کی اس مصنوعی تقسیم کے باعث دکھ اٹھا رہا ہے۔''

تاراچند، The problem of Hindustani، صفحہ 58-57

فرانسس رابنسن Separatism among Indian Muslims میں انیسویں صدی کے اواخر میں اردو بولنے والے اشرافیہ کے آہستہ آہستہ گھٹتے ترجیحات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''راجا جے کشن داس سرسید کے قریب ترین دوستوں میں تھے۔ انھوں نے ہندی اور ناگری رسم الخط کے مقصود کی حمایت ہر ممکن طریقے سے کرنی شروع کردی۔ انھوں نے سرکاری دفتروں سے اردو کی منسوخی کے لیے کوششیں کیں............جب ہندی/ناگری کا جھنڈا بلند کیا گیا تو بہت سے (ہندو) اشرافیہ جو اردو بولتے تھے اس جھنڈے کے تلے آ گئے۔''

بحوالہ اردو کا ابتدائی زمانہ، شمس الرحمٰن فاروقی، صفحہ 52

اور ایسے ہی سپاہیوں میں سے ایک اہم سپاہی بابو شیو پرشاد جنھیں ستارۂ ہند کا خطاب دیا گیا اور جو اتر پردیش کے محکمۂ تعلیم میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے نے 1882 کے ایجوکیشن کمیشن کی کاروائی کے دوران اپنا بیان درج کراتے ہوئے کہا تھا:

''ہندوؤں کی نظر میں، ہندی سے مراد ہے وہ زبان جس سے تمام عربی اور فارسی الحاقی مادے کا اخراج اور تنقیہ کر دیا گیا ہو۔ یہ مادہ وہ تھا جس کی موجودگی سے ہندوؤں پر مسلمانوں کی بالادستی کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اس کے برخلاف ناگری رسم الخط کی ایک مذہبی معنویت تھی.......اس کے علی الرغم۔ مسلمانوں کی نظر میں ہندی ایک غلیظ شئے تھی اور اسے سیکھنا وہ انتہائی کسر شان سمجھتے تھے۔..... انیسویں صدی کے نصف دوم میں اردو اور اس کا فارسی رسم الخط مسلمانوں کی قوت اور اثر کی علامت بن گئے تھے۔''

بحوالہ اردو کا ابتدائی زمانہ، شمس الرحمٰن فاروقی، صفحہ 53

اور پھر اس کے بعد کئی نعرے وجود میں آئے جس نے اردو دشمنی اور ہندی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں چند اس طرح ہیں:

- ہند، ہندو، ہندی--- یہ تین ہمارے لیے ایک ہیں۔
- دراوڑ سینا، شیو سینا جیسا ایک، ہندی سینا، بناؤ تا کہ ہندی کے لیے لڑیں۔
- اردو صرف مسلمانی زبان ہے الگ بھاشا نہیں۔ اردو کی فارسی/عربی لپی (رسم الخط) کو ہٹاؤ،

اردو اپنا سچا روپ--- ہندی --- پراپت (حاصل) کرے گی۔

اس بات کی تصدیق ایودھیا پرساد کھتری کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے:

''یہ کون کہتا ہے کہ اردو کوئی دوسری چیز ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اردو بھی ہندی کی ایک متبدل صورت ہے ....جب ہم ہندوؤں نے اس کی بے عزتی کر کے چھوڑ دیا تب مسلمانوں نے اس کی غربت پر رحم کر کے اسے اپنے ملک کے لباس اور زیور سے اس کی آرائش کی اس کا دوسرا نام اردو رکھا۔ مقصد یہ ہے کہ اس عورت کا خاندان اور گوتر ہمیشہ ایک ہی رہا پر اس کا رنگ روپ اور بھیس البتہ پلٹتا رہا۔''

ششی کانت مشر، منقول از کھڑی بولی کا آندولن، صفحہ 167

یہی نہیں بلکہ رام چندر شکل جنھوں نے ہندی ادب کی نہایت عالمانہ تاریخ لکھی ہے اردو کے متعلق کہتے ہیں:

''وہ کھڑی بولی کا کرترم روپ، بگڑا ہوا نقلی روپ ہے اس کا اصل روپ ہندی ہے۔''

بحوالہ اردو ہندی ہندوستانی، سجاد ظہیر، صفحہ 4

اس کے علاوہ اردو کو غیر ملکی زبان بھی کہا گیا تا کہ ہندی کو دیسی زبان ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور اس کی مقبولیت بھی بڑھے۔ ایسے لوگوں میں مدن لال موہن لوہیہ، پرشوتم داس ٹنڈن اور پنڈت امرناتھ جھا زیادہ سرگرم نظر آئے۔ ان کے مطابق:

''ہندی اسی دیش کی بھاشا ہے اور اردو بدیشی بھاشا ہے۔''

اردو پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے جو صرف فارسی اور عربی سے اثر انداز ہوئی ہے اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ عربی مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے اور فارسی کے لکھنے پڑھنے اور بولنے والے بھی مسلمان ہی ہیں۔

اس پر ایسا الزام لگانے کی وجہ بھی صاف نظر آتی ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں ہندوستان کی لنگوا فرینکا کے طور پر واحد اردو زبان نظر آتی تھی اور اس کی اس مقبولیت اور عوام پسندی کو اسی وقت کم کیا جا سکتا تھا جب اسے اقلیت سے منسوب کر دیا جائے اور ایسا دانستہ کیا گیا۔ اس کی مخالفت کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی کہتے ہیں:

''اگر یہ زبان صرف مسلمانی Lingua franca (ہر جگہ بولی اور سمجھی جانے والی زبان) تھی، تو یہ کیوں کر ہوا کہ مدراس کے فوجیوں، افسروں اور جوانوں کے درمیان بول چال، کی زبان یہی تھی؟ ظاہر ہے کہ سب افسر اور جوان مذہب اسلام کے پیرو تو نہ رہے ہوں گے۔''

شمس الرحمٰن فاروقی، اردو کا ابتدائی زمانہ، صفحہ 22

یہ صحیح ہے کہ فارسی اور عربی الفاظ کی خاصی تعداد اردو میں جگہ پا گئی ہے لیکن اس کی وجہ کٹر مذہبی نقطہ نظر

نہیں ہے۔تہذیب کی اس لہر کو کیوں کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے جو بہت پہلے سندھ، پنجاب اور وادیٔ گنگ وجمن کی تہذیبی دھارا میں سما چکی تھی۔ اس تہذیبی اختلاط کی وجہ سے فارسی اور عربی الفاظ کا داخل ہونا لازمی تھا۔ پنجابی اور سندھی میں فارسی اور عربی الفاظ کی خاصی تعداد ہے۔سندھی رسم الخط کی اہمیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ مراٹھی اور گجراتی میں بھی عربی و فارسی کے بہت سے الفاظ نے جگہ حاصل کر لی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالودود:

''مراٹھی میں تقریباً پندرہ فیصدی الفاظ عربی و فارسی کے ہیں۔بعض مراٹھی الفاظ کی صوتی ساخت بھی عربی و فارسی سے بہت قریب ہے۔ مراٹھی میں 'ش' اور 'ز' (ذ۔ض۔ظ) کا بڑا ہی شستہ استعمال کیا جاتا ہے۔''

ڈاکٹر عبدالودود، اردو سے ہندی تک صفحہ 73

اس سے انکار ممکن نہیں کہ اردو پر فارسی کے گہرے اثرات ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ہندوستانی الاصل عناصر کو نظر انداز کیا ہے۔ اردو میں عربی و فارسی حروف کے ساتھ ساتھ وہ ہندوستانی حروف بھی پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں جو عربی و فارسی میں نہیں ہیں۔ جیسے ٹ، ڈ، ڑ اور ایسے حروف جنھیں ایک مکمل اکائی کی شکل میں اردو میں لکھنا ممکن نہ تھا۔ انھیں دو حروف کو ملا کر لکھا جانے لگا جیسے کھ، گھ، چھ، جھ، ٹھ، ڈھ، ڑھ، تھ، دھ، پھ اور بھ۔

اردو کا نقش اول دکنی اردو ہے۔ یہ عہد ایرانی تہذیب کے گہرے ربط و اتصال کا عہد ہے۔ بیرون ہند سے آنے والے یہاں کے ماحول اور یہاں کی تہذیب میں رچ بس گئے۔ زبان و ادب اور تہذیب و معاشرت نے ایک نئی شکل اختیار کی۔ دکن کے شاعروں نے ہندی الفاظ کا بکثرت استعمال کیا۔ یہ زبان تہذیبی و تمدنی اتصال کے ساتھ ساتھ لسانی اتصال کا دلکش نمونہ ہے۔ کثرت سے استعمال کیے گئے چند الفاظ سجن، نین، بچن، جتن، مکھ، پیا، جنم، درپن، دیس، نیر، برہا، کندن، کیس، چندر، سور، روپ وغیرہ ہیں۔ ان الفاظ اور ایسے ہی الفاظ کا تلفظ کہیں اصل کے مطابق ہے اور کہیں بدلی ہوئی شکل میں ہے۔

اردو کو غیر ملکی کہنا ایک زندہ زبان کے ساتھ زیادتی ہے۔ ایک نئی زبان کی تخلیق کی غرض سے اس زبان سے عربی و فارسی کے الفاظ جان بوجھ کر الگ کر کے ان کی جگہ سنسکرت کے الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ششی کنٹھ مشر، پنڈت ایودھیا پرشاد کھتری کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''پنڈت جی برابر سنسکرت پڑھاتے آئے ہیں۔ سنسکرت مردہ زبان (Dead language) ہے لیکن پنڈت جی اس میں شاستراتھ (مباحثہ) اور شاعری کریں گے۔ عوام ان کی لکھی کتابیں نہ سمجھیں یہ ان کی کوشش ہمیشہ رہی۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے رزق کی مضبوطی اسی میں ہے۔ للولال جی جو جدید ہندی کی پہلی کتاب کے مصنف ہیں، برہمن تھے۔ انھوں نے ایک مصنوعی اسلوب ایجاد کیا، جس میں عربی و فارسی الفاظ کی جگہ پر سنسکرت اور برج بھاشا کے الفاظ قصداً رکھے گئے اور اسی پریم

ساگر کے اسلوب کی لوگ تقلید کرنے لگے اور اسی اسلوب کو جدید ہندی سمجھنے لگے۔''

ششی کنٹھ مشر کھڑی بولی کا آندولن صفحہ 168

اس بات کی تصدیق آج کی سرکاری، نیم سرکاری دفتروں، اداروں یا انجمنوں میں نہ صرف تحریری بلکہ بول چال کی زبان سے بھی ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ عہدے داروں کے نام اور عہدوں کی ہندی تختیوں کے ساتھ انگریزی تختی نہ ہو تو اکثر تختیوں کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جائے کہ یہ کون ہیں مثلاً خزانچی (Treasurer) کے بجائے 'کوشادھیکش'، Cashier کے بجائے 'روکڑیا' دفتر کے بجائے 'کاریالے یا سچیوالے' اسکول کی جگہ 'ودیالیہ' یا اس طرح کے دوسرے الفاظ۔ یہی نہیں بلکہ عام بول چال کی زبان میں بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ جن سے کان آشنا نہیں ہیں اور جو سننے میں بھی اچھے نہیں لگتے۔ مثلاً گلدستہ کی جگہ 'پشپ گچھ' سڑک کی جگہ پتھ یا مارگ یا Open Air Theatre کی جگہ 'مکت آکاش سبھا گار' وغیرہ۔

ان کوششوں کا مقصد صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس مقصد کی حمایت نہیں کی جانی چاہیے کیونکہ اس سے نہ صرف ایک زندہ اور مشترکہ زبان کو نقصان پہنچے گا بلکہ ہمارا قدیم مشترکہ کلچر بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس بات کا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے سرتیج بہادر سپرو کے دو اقوال پیش کیے جا سکتے ہیں:

''یہی زبان جسے ہم اردو کہتے ہیں تنہا وسیلہ ہے جس سے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کی تہذیب کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ اس زبان کو مٹانے اور اس رشتہ کو توڑنے کی کوشش کی جائے۔''

سرتیج بہادر سپرو ہماری قومی زبان صفحہ 172

''یہ میرے لیے بڑے ہی افسوس کا باعث ہوگا اگر محض فرقہ وارانہ ذہنیت کی بدولت آپ نے اپنے اجداد کی مثالیں پس پشت ڈال دیں اور اردو کو بدیسی زبان سمجھنے لگے۔ یقین مانیے تمدنی بندھن سیاسی اتحاد کی بہ نسبت کہیں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور یہ بڑی افسوس ناک بات ہوگی اگر ہندی کو ترقی دینے کی جائز خواہش کے ساتھ آپ نے اپنے پر یہ لازم کر لیا کہ اردو کے ساتھ بے وفائی کی جائے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کرنے کی سب سے مضبوط کڑی ہے۔''

سرتیج بہادر سپرو ہماری قومی زبان صفحہ 94-95

اور اس سلسلے میں اس مشترکہ زبان کو بچائے رکھنے اور اس کو فروغ دینے کی ذمہ داری نہ صرف وہ خود قبول کرتے ہیں بلکہ اس کے لیے ہندوستان کے تمام لوگوں سے اپیل کرتے ہوئے اپنی قوم سے مخاطب ہیں:

''میرے خیال میں اس میں ہندوؤں کی محض اس وجہ سے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے، زیادہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی طرف سے عملی طور پر اردو کو جس کو میں مشترکہ زبان سمجھتا ہوں، خراب نہ کریں۔ اس

زبان کا تعلق اس تہذیب سے ہے جس کو نہ میں اسلامی تہذیب کہتا ہوں اور نہ ہندو تہذیب۔ بلکہ وہ ہندو مسلمان دونوں کی مشترکہ تہذیب ہے جو مغلوں کے وقت میں پیدا ہوئی۔ اس تہذیب نے ہندو مسلمانوں کے درمیان ہم مذاقی کا لطف پیدا کر دیا۔ جواب تک باوجود دیگر انقلابات کے قائم ہے۔ اس میں یہ بات نہ بھولنا چاہیے کہ اردو کا یہ مسئلہ محض زبان کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مجموعی طور پر اور در حقیقت تہذیب کا مسئلہ ہے۔ میں اس لفظ تہذیب کو اس کے وسیع معنی میں استعمال کر رہا ہوں۔ پس اکابران قوم کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ اگر ہم نے یہ تہذیب مٹا دی تو ہم اس کے بجائے کون سی تہذیب قائم کریں گے؟''

سر تیج بہادر سپرو ہماری قومی زبان صفحہ 67-66

مذہب کی بنیاد پر زبان کی تقسیم نہ تو علمی ہے اور نہ ہی سائنٹفک۔ یہ بات اور ہے کہ کسی زبان کو بولنے والے یا اسے اپنی تہذیب وتمدن کا جز و سمجھنے والے ایک مذہب کے زیادہ افراد ہوں اور محض اس بنیاد پر ہندی کو ہندوؤں کی، اردو کو مسلمانوں کی، پنجابی کو سکھوں کی زبان کہنا مناسب نہیں ہے۔ ہندوستان کی تقریباً تمام زبانوں میں ہندو اور مسلمان ساتھ ساتھ مل کر زبان وادب کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں اور اردو کو بھی یہ عزت حاصل ہے۔ ابتدائی دنوں سے ہی مختلف مذاہب کے ماننے والوں نے اردو کی خدمت کی ہے۔ اگر نام لیا جائے تو ایک طویل فہرست مرتب کی جاسکتی ہے۔ خواہ رتن ناتھ سرشار ہوں یا پنڈت برج نرائن چکبست، راجندر سنگھ بیدی ہوں یا رتن سنگھ، وہ گیان چند جین ہوں یا کالی داس گپتا رضا، وہ کرشن چندر ہوں یا رگھو پتی سہائے فراق گورکھپوری، وہ جوگندر پال ہوں نند کشور وکرم ٹھیک اسی طرح ہندی کے ادیبوں میں مختلف مذہب کے لوگوں کی فہرست تیار کی جاسکتی ہے اور مسلمانوں نے بھی ہندی ادب کی تخلیق میں بھر پور حصہ لیا ہے۔ خواہ وہ ابتدائی زمانے کے ملک محمد جائسی ہوں یا آج کے زمانے کے منظور احتشام اور اصغر وجاہت۔ غرض مذہب کی بنیاد پر زبان کی تقسیم نا قابل فہم اور نا قابل قبول عمل ہے اور بول چال کی سطح پر تو اردو ہندی میں تفریق کرنا اس وقت تک مشکل ہے جب تک کہ اس میں سنسکرت یا فارسی کے ثقیل الفاظ کا استعمال نہ کیا جائے۔ اردو اور ہندی میں بولنے کی سطح پر بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ یہ فرق تحریر کی صورت میں بڑھ جاتا ہے۔ بعض لوگ تو دانستہ طور پر سنسکرت کے مشکل الفاظ لغت کی مدد سے استعمال میں لاتے ہیں اور دوسری جانب عربی وفارسی کے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم بول چال یا Spoken language کو ہندوستانی کا نام دے سکتے ہیں۔ اور یہ وہی ہندوستانی ہوگی جو ہر زمانے میں عوامی رابطے کی زبان رہی خواہ اس کا نام کچھ بھی رہا ہو۔ اس سے انکار تو کھڑی بولی کے ہندی روپ کے پرزور حامی شری دھر پاٹھک بھی نہیں کر پائے۔ ان کا خیال ہے:

''دراصل ٹھیٹ ہندوستانی جو اردو کہلاتی ہے اور کھڑی بولی ہندی میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ فرق اس وقت ہو جاتا ہے جب اردو میں زیادہ تر فارسی کے اور ہندی میں زیادہ تر سنسکرت کے غیر مروجہ الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔''

بحوالہ اردو سے ہندی تک، ڈاکٹر عبدالودود، صفحہ 23

حالانکہ ہندی کے حامیوں کا ایک بڑا حصہ اس بات کی دانستہ کوشش کر رہا ہے کہ اردو کی مقبولیت کم ہو اور اس کی جگہ ہندی کو ملے جب کہ اردو والوں کا یہ ماننا ہے کہ ہندی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہی اردو کا بھی فروغ ہو یعنی وہ ہندی کی مخالفت تو نہیں کرتے صرف اردو کا فروغ چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ شاید ہندی کے حامیوں کو اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ جب تک اردو باقی رہے گی ہندی کو وہ مقبولیت یا مقام نہیں مل سکتا جس پر اردو کئی صدی سے مسند نشیں ہے۔ اس لیے اس سے انکار تو ممکن ہی نہیں کہ اردو زبان ہم ہندو مسلمانوں کو اپنے آبا واجداد سے ایک مشترکہ اور مقدس ترکہ کی حیثیت سے ملی ہے جو قطعاً نا قابل تقسیم ہے۔

6.5 ہندوستان کی لنگوا فرینکا

ہم سب واقف ہیں کہ قدیم زمانے میں ہی نہیں بلکہ آج بھی اردو/ ہندوستانی ہی وہ زبان ہے جو قریب قریب ہر صوبے میں کم وبیش بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ تقریباً ایک صدی سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ لوگ غیر فطری طور پر ایک بناوٹی زبان سیکھیں اور اس زبان سے کنارہ کشی اختیار کر لیں جو فطری طور پر ہندو اور مسلمانوں کے میل جول سے پیدا ہوئی ہے اور آپس کی رواداریوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے جو وقت کی فطری ضرورت سے پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں سنسکرت، فارسی، عربی اور دیگر زبانوں کے الفاظ کی اس قدر آمیزش کے باوجود اس کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ کئی زبانوں کے اشتراک سے وجود میں آئی ہے، اپنے ابتدائی زمانے سے ہی عوام کی محبوب نظر رہی ہے اور جس میں عوام ایک دوسرے سے میل جول بڑھانے کے لیے گفتگو کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔ اس زبان کے جاننے سے جو سہولیات میسر ہوئی ہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو لکھتے ہیں:

''اگر کوئی زبان ایسی ہے جو پشاور سے لے کر سی۔ پی اور بمبئی اور مدراس کے علاقوں میں سمجھی جا سکتی ہے اور جس کی بدولت ہمیں سارے ملک کے سفر میں آسانی ہو سکتی ہے تو وہ اردو ہے۔''

ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو، ہماری قومی زبان، صفحہ 69

اور یہ بات آج بھی صادق ہے کہ ہندوستان کے تقریباً تمام علاقوں میں یہ زبان بہ آسانی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ملک کی آزادی کے بعد حکومت یا کسی خاص ادارے کے دباؤ میں آکر اسے ہندی کا نام دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں جناب اسلم پرویز کہتے ہیں:

''ہماری شاندار جمہوریت کی پچاس سالہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اردو نے اس عرصے میں صرف وہاں وہاں مار کھائی ہے جہاں سرکار کا بس چل سکا، جس میں تعلیم کا شعبہ سب سے اہم ہے۔ جہاں تک اردو کی عوامی مقبولیت کا تعلق ہے ناخواندہ لوگوں کی اکثریت والے اس ملک میں اردو کی مقبولیت کم

ہو جانے کے بجائے دن بدن بڑھتی ہی رہی ۔ بازار میں، سیاسی جلسوں جلوسوں اور مظاہروں میں، سنیما ٹی وی ، ریڈیو، تھیٹر میں ہر جگہ پرفارمنگ آرٹ کے اس میدان میں جہاں بولا ہوا لفظ (Spoken word) ہی سب کچھ ہوتا ہے اردو نہیں تو اور کیا ہے۔ فلمی سنگیت کی دنیا مجروح سلطان پوری، جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی، حسرت جے پوری جو زبان لکھتے ہیں وہی زبان شیلندر، پریم دھون، آنند بخشی اور گلزار لکھتے ہیں ۔ یہ درست ہے کہ یوپی میں پنڈت گووند ولبھ پنت، راج رشی، پرشوتم داس ٹنڈن اور سمپورنا نند آنند جیسے کھلاڑیوں نے بڑی شاندار اننگ کھیلی اور آزادی کی اس چوتھائی صدی کے اندر اردو کے خلاف بورڈ پر اتنا بڑا اسکور کھڑا کر دیا جو اردو والوں کے حوصلے پست کر دینے کے لیے کافی تھا اور بہت بڑی سطح پر اس سے حوصلے پست ہوئے بھی لیکن کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آزادی کی دوسری ربع صدی میں جب ٹیلی ویژن دندناتا ہوا آیا تو وہ بھی اردو ہی کے رتھ پر سوار تھا۔''

اسلم پرویز، سہ ماہی اردو ادب، جنوری تا مارچ 1999، صفحہ 6

اسی سلسلے میں ہندوستانی فلم اور تھیٹر کے معروف اداکار، ہدایت کار اور ڈرامہ نگار اتپل دت کا کہنا ہے:

''اردو ہندوستان کے تمام علاقوں میں بہ آسانی سمجھی جاتی ہے اور اس کے بدل کے طور پر استعمال کی جانے والی ہندی، یہاں تک کہ ریڈیو اور ٹی وی پر نشر کی جانے والی ہندی، عوام تو نہیں صرف بنارس کے پنڈت سمجھ سکتے ہیں۔ 'اب آپ ہندی میں سماچار سنیے، کیوں بولتے ہیں آج کل۔ بولنا چاہیے، اب آپ سماچار میں ہندی سنیے'۔''

اتپل دت، What is to be done?، صفحہ 18

گویا ہم بلا جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ پرفارمنگ آرٹ اور میڈیا پر اردو/ہندوستانی کا ہی قبضہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ زبان ہے جس کو عوام کی بڑی اکثریت پسند کرتی ہے اور چونکہ اس میں بڑی تعداد میں مانوس اور عام فہم الفاظ شامل ہیں۔ اس لیے اسے اردو/ہندی کہنے کے بجائے ہندوستانی کہنا ہی بہتر ہوگا۔ آیئے اب یہ تجزیہ کریں کہ ہندستانی کو ہی عام فہم کیوں کہیں۔

(1) ہندوستانی ملک کے تقریباً تمام علاقوں خصوصاً اتر پردیش، دہلی، ہریانہ، بہار، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش، راجستھان، مشرقی پنجاب، مغربی بنگال، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، تلنگانہ اور گجرات میں بولی جاتی ہے۔ دیہاتوں کے لوگ اسے بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنوبی اور شمالی مشرقی ہندوستان میں بھی یہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

(2) اسی زبان میں آج بھی تقریباً تمام مذاہب اور علاقوں کے لوگ بلا تفریق مذہب و ملت لکھتے پڑھتے ہیں یہاں تک کہ ادب تخلیق کرتے ہیں خواہ نثر میں ہو یا شاعری میں۔

(3) ہندوستان میں بننے والی بیشتر فلموں کی زبان ہندوستانی ہی ہوتی ہے اگر چہ اسے ہندی کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔

(4) ٹیلی ویژن پر آنے والی خبر سے لے کر اشتہار اور تمام پروگراموں کی زبان ہندوستانی ہی ہوتی ہے۔

(5) پرفارمنگ آرٹ کی زبان بھی ہندوستانی ہوتی ہے۔

(6) ابتدائی زمانے ہی سے عام جلسوں میں تقریر کرتے وقت اسی زبان کا استعمال کیا گیا ہے اور اب بھی کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ گاندھی جی، محمد علی جناح، پنڈت نہرو، راجندر پرشاد ہوں یا آج کے مقرر۔ تقریر میں اس زبان کے استعمال کی انتہا تو یہ ہے کہ اب پارلیمنٹ میں اکثر ممبران اپنی تقریر کسی شعر سے شروع کرتے ہیں۔

6.6 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- اردو، ہندی اور ہندوستانی کسے کہتے ہیں
- ہندوستانی سے مراد کیا ہے
- ہندوستانی اصل میں کون سی زبان ہے
- آج ہندوستانی کی شکل کیا ہے
- عام بول چال میں ہندوستانی کس طرح استعمال کی جا رہی ہے
- ہندوستانی بولے جانے والے علاقے کون کون سے ہیں

6.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ ہندوستانی کی تعریف کیا ہے؟

2۔ ہندوستانی بولے جانے والے علاقے کون کون سے ہیں؟

3۔ ہندوستانی کا نام کس نے دیا تھا اور کیوں؟

4۔ اردو کا نقشِ اول کہاں ملتا ہے؟

5۔ ہندوستان کی لنگوا فرینکا کون سی زبان ہے؟

6.8 سوالات کے جوابات

1 ہندوستانی اس زبان کا نام ہے جو پورے ملک میں عموماً اور شمالی ہند میں خصوصاً بولی اور سمجھی جاتی ہے اور جو عوام کے رابطے کی زبان ہے۔

2 ہندوستانی پورے ملک میں اور خاص کر شمالی ہند میں بولی جاتی ہے۔

3 مہاتما گاندھی نے تحریکِ آزادی کے دوران اس فاصلے کو کم کرنے کی کوشش کی اور ان دونوں زبانوں کو مشترکہ وراثت مانتے ہوئے انہیں ہندوستانی کا نام دیا۔

4 اردو کا نقش اول دکنی اردو ہے۔

5 ہندوستان کی لنگوا فرینکا ہندوستانی (اردو) زبان ہے۔

6.9 فرہنگ

لفظ	معنی
اتصال	ملا ہونا، وہ بات جس میں دو چیز ملتی جلتی ہوں
اختلاط	میل جول
اختلاف رائے	الگ الگ رائے
آرائش	سجاوٹ، بناؤ سنگار
آشنا	جانا پہچانا
بالادستی	کسی پر اختیار رہونا
تبلیغ	تشہیر، پیام پہنچانا
ترویج	رواج، شہرت، چلن
تنگ نظری	خیال یا نظر کی تنگی
دانستہ	جان بوجھ کر
رابطہ	میل ملاپ
شدید	بہت زیادہ
طائرانہ	سرسری طور پر
عالمانہ	عالموں جیسا
عظمت	بڑائی
غور وخوض	سوچنا، دھیان دینا
قرار پانا	مان لیا جانا، سمجھ لیا جانا
لنگوا فرینکا	رابطے کی زبان
مبہم	سمجھ میں نہ آنے والا
مجالس وعظ	اخلاق کا درس دینے کی مجلس
مستقبل	آنے والا زمانہ

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

لفظ	معنی
مسند نشیں	بادشاہ، حاکم
مشترکہ زبان	سانجھی زبان
مفروضات	فرض کی ہوئی باتیں، جن کی کچھ اصلیت نہ ہو
منسوخی	مٹایا جانا، ملتوی ہونا
نادانستہ	انجانے میں
وسیلہ	ذریعہ
وقار	شان، ساکھ، عزت

6.10 کتب برائے مطالعہ

اردو کا ابتدائی زمانہ	شمس الرحمٰن فاروقی	آج کی کتابیں، کراچی، 1999
اردو ہندی ہندوستانی	سجاد ظہیر	کتب پبلشرز لمیٹیڈ، بمبئی، 1947
اردو سے ہندی تک	ڈاکٹر عبدالودود	نسیم بک ڈپو، لکھنو، 1976
کھڑی بولی کا آندولن	ششی کانت مشر	ناگری پرچارنی سبھا، کاشی، 2013
ہماری قومی زبان	سر تیج بہادر سپرو	انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، 1941
The problem of Hindustani	تاراچند	Indian Periodicals, Allahabad
What is to be done?	, 1944	اتپل دت

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY